3

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

ہرشہری کو پاکستان میں رہنے، داخل ہونے اور آزادانہ پورے ملک میں گھومنے پھرنے، ملک کے کسی بھی حصے میں رہائش اختیار کرنے یا مستقل طور پر آباد ہونے کا حق حاصل ہے۔ البتہ یہ حق قانون کے تحت مفاد عامہ میں جائز طور پر عائد کی گئی کسی بھی پابندی سے مشروط ہے۔

آئین پاکستان
[آرٹیکل-15]

ہر شخص کو کسی بھی ریاست کی حدود میں گھومنے، پھرنے، سفر کرنے اور رہائش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔
ہر شخص کو اپنے ملک سمیت، کسی بھی ملک کو چھوڑنے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور
[آرٹیکل 17-(2,1)]

1۔ کسی ملک کی حدود میں قانونی طور پر رہائش پذیر ہر شخص کو ان حدود کے اندر آزادانہ نقل وحرکت اور آزادی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ منتخب کرنے کا حق ہوگا۔
2۔ ہر شخص اپنے ملک سمیت کوئی بھی ملک چھوڑنے کے لیے آزاد ہوگا۔
3۔ متذکرہ حقوق کسی پابندی سے مشروط نہیں ہوں گے سوائے ان پابندیوں کے جو قانون کے تحت عائد کی جائیں اور جن کا مقصد قومی سلامتی، امن عامہ، صحت عامہ، اخلاق عامہ، یا دوسرے لوگوں کی آزادی کا تحفظ ہوگا۔ وہ پابندیاں ان حقوق کے مطابق ہوں گی جو موجودہ میثاق میں تسلیم کیے گئے ہیں۔
4۔ کسی شخص کو حکام کی مرضی کے تحت اپنے ملک میں داخل ہونے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

شہری وسیاسی حقوق کا عالمی میثاق
[آرٹیکل-12]

پاکستان میں نقل وحرکت کی آزادی اپنی بنیادی حیثیت کے باوجود کئی وجوہات بشمول امن وامان کی غیر یقینی صورتحال، مذہبی وسیاسی مظاہروں، اور فوجی آپریشنوں اور مزاحمت کے خلاف آپریشنوں کے باعث 2018 میں بھی محدود رہی۔ 2018ء میں ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) کا بے جا استعمال خبروں کی زینت بنا رہا۔ سال کے اختتام پر غیر رہائشیوں کے وزیرستان میں داخلے کے لیے این او سی کی شرط ختم کر دی گئی، لیکن ابھی تک یہ واضح نہیں کہ وہاں کام کرنے کی خواہش رکھنے والی مقامی این جی اوز پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ سیاحوں کے لیے آمد پر

ویزا سے متعلق ایک نئی پالیسی بھی متعارف کرائی گئی۔

چند مذہبی اور صنفی اقلیتوں کے لیے سفر خطرے کا باعث رہا۔ اعداد و شمار کی کمی کے باوجود، خاص طور پر نامور شخصیات کی جانب سے سمگلنگ اور جبری مشقت کے رپورٹ ہونے والے واقعات کی ایک بڑی تعداد تشویش کا باعث تھی۔

سرکاری پابندیاں

مارچ میں ان غیر ملکیوں کے لیے پاکستان اوریجن کارڈز (پی او سی) کے اجراء یا تجدید پر عائد پابندی ہٹا لی گئی جنہیں اپنے پاکستانی شریک حیات کے ساتھ شادی کیے کم از کم پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ تاہم نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کی جانب سے تجدید سے انکار کے واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ ممکنہ طور پر کارڈ چند مخصوص لوگوں کو جاری کیے جا رہے تھے۔

پشاور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں متعدد درخواستیں دائر کیے جانے کے بعد پشاور کے مختلف علاقوں میں کچھ ناکے اور چیک پوسٹیں ہٹا دی گئیں۔ چیک پوسٹیں اور ناکوں جو خیبر پختونخوا سیکیورٹی کی طویل المدت صورتحال کی وجہ سے قائم کیے گئے تھے، اور بس ریپڈ ٹرانزٹ پراجیکٹ ٹریفک کی روانی میں مزید رکاوٹ کا باعث بنے۔

جب پی ٹی ایم نے 12 مئی کو ایک ریلی کا منصوبہ بنایا تو انہیں ریلی کا مقام جناح باغ سے الآصف سکوائر، سہراب گوٹھ تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ جلسے کے دن مرکزی شاہراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں اور جو لوگ جلسے کے مقام پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے انہیں دھمکایا اور ہراساں کیا گیا۔ دیگر شہروں سے پہنچنے والے قافلوں کو راستے میں روک دیا گیا اور درجنوں افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

پی ٹی ایم کے قائد منظور پشتین کو پرواز کا بورڈنگ کارڈ جاری نہیں کیا گیا۔ انہوں نے ایک نجی ایئر لائن میں کراچی جانے کے لیے سیٹ بک کرائی تھی۔ انہیں لاہور ایئرپورٹ جانے سے روک دیا گیا۔ بالآخر انہیں بذریعہ سڑک سفر کرنا پڑا جس کے باعث وہ ریلی میں تاخیر سے پہنچے۔

احتجاج اور رکاوٹیں

پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے احتجاج نے ہزاروں افراد کی توجہ حاصل کی۔ ان کے مطالبات میں پشتونوں کی ماورائے عدالت ہلاکتوں کی ملک گیر تحقیقات، وزیرستان میں بارودی سرنگوں کا خاتمہ، اور چیک پوسٹوں پر پشتونوں کے ساتھ مبینہ ناروا سلوک کا خاتمہ شامل تھے۔

سال کے دوران مختلف وجوہات کی بناء پر فسادات اور احتجاجی مظاہرے تواتر کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے رہے جو عام لوگوں کے لیے رکاوٹ اور دقت کا باعث بنے۔

اگست میں ہالینڈ کے ایک سیاستدان کی جانب سے متنازعہ کارٹون مقابلے کے اعلان کے بعد تحریک لبیک

لیڈی ہیلتھ ورکرز کا مال روڈ پر دھرنا پانچ روز تک جاری رہا

پاکستان (ٹی ایل پی) کے ہزاروں کارکنوں نے لاہور سے اسلام آباد مارچ کیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ نئی حکومت ہالینڈ کے ساتھ تعلقات منقطع کرے۔

مارچ میں لیڈی ہیلتھ ورکرز نے اپنے واجبات کی ادائیگی کے لیے پانچ روز تک دھرنا دیا۔ انہوں نے لاہور کی مال روڈ کو بلاک کر دیا جس کے بعد لاہور ہائی کورٹ نے پنجاب حکومت کو ہدایت کی کہ وہ ان کے مطالبات کو پورا کرے اور دھرنا ختم کرائے۔

3 اپریل کو پاکستان منی مزدا ایسوسی ایشن نے ٹال ٹیکس میں اضافے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایم 2 موٹروے کو بلاک کر دیا۔

26-25 ستمبر کو یونیورسٹی آف سرگودھا کے لاہور سب کیمپس کے طلباء نے ڈگریاں جاری نہ کرنے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کینال روڈ کو کئی گھنٹوں تک بلاک کئے رکھا۔ نومبر میں ٹریفک پولیس نے وکلاء کی تحریک کو محدود کرنے کے لیے لاہور کی مال روڈ کے ایک بہت بڑے حصے کو گھیرے میں لے لیا۔ وکلاء لاہور ہائی کورٹ کے ضلعی بنچوں کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔ البتہ، اطلاعات کے مطابق، احتجاج ختم ہو جانے کے بعد بھی ٹریفک پولیس نا کے ختم کرنے میں ناکام رہی۔

اکتوبر میں سپریم کورٹ کی جانب سے آسیہ بی بی کی رہائی کے بعد ٹی ایل پی نے ملک گیر احتجاج کا اعلان کیا جس کے باعث ملک کے بڑے شہروں میں کاروبار زندگی تین دن تک معطل رہا۔ تعلیمی ادارے بند رہے اور لوگ اپنے دفاتر نہ پہنچ سکے۔ کئی علاقوں میں سرکاری اور نجی ٹرانسپورٹ بند رہی کیونکہ ٹرانسپورٹروں کی متعدد ایسوسی ایشنز ہڑتال

کی حمایت کر رہی تھیں۔ موٹر ویز سمیت کئی مرکزی شاہراہیں احتجاجی مظاہروں کے باعث بلاک یا بند رہیں۔ ہجوم نے خاردار تاریں بچھا کر اور ٹائر جلا کر سڑکوں کو بلاک کر دیا۔ ایندھن کی قلت کی وجہ سے لوگوں کی نقل و حرکت محدود ہو کر رہ گئی۔ کچھ علاقوں میں احتجاجی مظاہرے تشدد کی شکل اختیار کر گئے۔ خبروں اور فوٹیج کے ذریعے یہ بات سامنے آئی کہ مظاہرین نے گاڑیوں کو نذر آتش کیا اور انہیں لوہے کی سلاخوں کی مدد سے نقصان پہنچایا۔ اس دوران کئی واقعات میں کار سوار گاڑیوں کے اندر موجود تھے۔

وی آئی پیز کی آسانی کے لیے سڑکوں کو عوام الناس کے لئے بند کیا گیا اور ترقیاتی منصوبوں میں تاخیر نے ٹریفک کی روانی کو متاثر کیا۔ مارچ میں جی پی او چوک کو اورنج لائن میٹرو اسٹیشن کی تعمیر کے باعث بند کر دیا گیا۔ لاہور میں شوکت خانم فلائی اوور کی تعمیر میں تاخیر ٹریفک کے تعطل اور گرد لوگوں کی صحت کی خرابی کا باعث بنی۔ سرکاری ذرائع کا دعویٰ تھا کہ نگران حکومت کی جانب سے فنڈ جاری نہ کیے جانے کے باعث تعمیر میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔

نومبر میں سپریم کورٹ نے ریلوے لائنوں سے تجاوزات کے خاتمے اور طویل عرصے سے غیر فعال کراچی سرکلر ریلوے (کے سی آر) کی بحالی کا حکم دیا۔ کے سی آر کی بحالی سے پانچ لاکھ لوگ مستفید ہو سکیں گے، لیکن کراچی اربن لیب کی ایک تحقیق نے اس بات کی نشاندہی کی کہ اس سے شہر بھر کی 28 آبادیوں میں رہنے والے تقریباً 45,000 لوگ بے دخل ہو جائیں گے۔ جب سیاسی جماعتوں اور کارکنوں نے انخلاء کے باعث ہونے والی بے دخلی اور ذریعہ معاش سے محرومی کے خلاف مظاہرے کیے اور اپنے خدشات کا اظہار کیا تو سندھ ہائی کورٹ نے دسمبر میں تجاوزات کے خاتمے کی مہم کے خلاف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دائر کی جس کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔

سالانہ پابندی

ضلعی حکام نے محرم کے دوران ان سینکڑوں مذہبی شخصیات کی نقل و حرکت کو محدود کر دیا جو فرقہ وارانہ منافرت پر اکسانے کا رجحان رکھتے تھے۔ 42 مذہبی شخصیات کے راولپنڈی میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی اور سندھ کے حکام نے 300 مذہبی شخصیات کی نقل و حرکت کو تین ماہ تک محدود کیے رکھا۔

جنگجوئی اور بغاوت کے خاتمے کے لیے کئے گئے اقدامات

شدت پسندوں نے سابقہ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) میں کئی حملے کیے۔ ان میں لڑکیوں کے دو اسکولوں پر بم حملے بھی شامل تھے۔ علاقے میں فوجی آپریشن جاری رہے جس کے باعث عام لوگوں کی ان علاقوں تک رسائی ممکن نہ رہی۔ 2017ء میں شروع کیے گئے آپریشن ردالفساد جس کا مقصد ملک بھر میں دہشت گردی کے بقیہ خطرے کا خاتمہ' تھا 2018ء میں بھی جاری رہا۔ مئی میں فوجی حکام نے صحافیوں کو بتایا کہ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں 110 چیک پوسٹیں ختم کر دی گئی تھیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس اقدام کا پی ٹی ایم سے کوئی تعلق نہیں

تھا حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پی ٹی ایم کے کارکن چیک پوسٹوں میں کمی کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔

شمالی وزیرستان کی انتظامیہ نے اعلان کیا کہ ضلعے میں داخل ہونے والے غیر رہائشیوں کے لیے راولپنڈی میں فوج کے ہیڈکوارٹرز سے این او سی کے حصول یا چیک پوسٹ پر اندراج کی شرط کے علاوہ مقامی لوگوں کے لیے سکیورٹی کلیئرنس سے متعلق شرائط نومبر 2019ء میں ختم کردی جائیں گی۔ ضلعے سے باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے پاکستانی چیک پوسٹ پر اپنا شناختی کارڈ دکھا کر شمالی وزیرستان میں داخل ہوسکیں گے، لیکن غیر ملکیوں کو اب بھی این او سی حاصل کرنا اور اپنا اندراج کرانا ہوگا۔ یہ شرائط 2014ء میں شدت پسند گروہوں کے خلاف آپریشن کے آغاز کے بعد علاقے میں امن وامان کی بحالی' کی غرض سے متعارف کرائی گئی تھیں۔ ان آپریشنوں کے نتیجے میں بہت سے مقامی افراد بے دخل ہوئے تھے۔ انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ سکیورٹی کی صورتحال میں بہتری اور اندرونی طور پر بے دخل ہونے والے افراد (آئی ڈی پیز) کی اپنے علاقوں کو واپسی کے پیش نظر یہ پابندیاں ہٹالی گئی تھی۔ بلوچستان کے کچھ علاقوں میں علیحدگی پسندوں کے خلاف انسداد بغاوت آپریشن بھی جاری رہے۔

مئی میں گلگت بلتستان کی ایک چیک پوسٹ پر غیر ملکی سیاحوں کو مبینہ طور پر ہراساں کیے جانے کے بعد سیکریٹری داخلہ نے اعلان کیا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے غیر ملکیوں کو مقامی ہوائی اڈوں پر کمپیوٹرائزڈ کارڈ جاری کئے جائیں گے۔

اکتوبر میں کابینہ نے اعلان کیا کہ افغان مہاجرین کے لیے پروف آف رجسٹریشن کارڈز کی معیاد جون 2019ء تک بڑھا دی جائے گی۔ سال کے دوران تورخم (کے پی) اور چمن (بلوچستان) کی سرحد پر آمدورفت کو سکیورٹی خدشات' کی بناء پر کئی مرتبہ بند کیا گیا، خاص طور پر اس وقت جب دونوں ممالک میں انتخابات کا عمل جاری تھا۔ اس سے تجارتی سرگرمیاں رک گئیں اور ہزاروں افراد سرحد پر پھنس گئے۔ شدت پسندوں کے داخلے کو روکنے کے لیے پاک افغان سرحد پر باڑ لگانے کا کام تاحال جاری تھا۔ ایک موقعے پر پاکستانی حکام نے سرحد کو اس وقت بند کردیا جب افغان حکام نے ان پر اس وقت فائرنگ کی جب پاکستانی حکام متنازعہ علاقے میں باڑ لگانے کی کوشش کررہے تھے۔ سرحد کو عارضی طور پر کھول دیا گیا تا کہ محصور افراد سرحد کے آرپار جاسکیں۔

بین الاقوامی سفر

جنوری میں سابق وزیر داخلہ کی پالیسی کو ختم کرتے ہوئے 24 ممالک کے سیاحوں کو 30 دنوں کے لئے آمد پر ویزا کی پیش کش کی گئی۔

مارچ میں وزارت امور خارجہ نے ہندوستان کی جانب سے 500 سے زائد زائرین کو اجمیر میں صوفی درویش معین الدین چشتی کے عرس کے لیے ویزا جاری نہ کیے جانے کے علاوہ دہلی میں نظام الدین چشتی کے عرس کے لیے 192 زائرین کو ویزا جاری نہ کیے جانے پر مایوسی کا اظہار کیا۔ وزارت نے دعویٰ کیا کہ ہندوستان کی وزارت امور خارجہ فروری میں پاکستان کے کٹاس راج مندروں کے دورے کی خواہش رکھنے والے 173 زائرین کو کلیئرنس جاری

سکھ زائرین کا کرتارپور گورد وارہ صاحب پر آمد

کرنے میں ناکام رہی تھی۔

28 نومبر کو وزیراعظم عمران خان نے طویل عرصے سے زیر التوا، ویزا سے آزاد کرتارپور راہداری کا افتتاح کیا جو پاکستان کے گوردوارہ دربار صاحب کو ہندوستانی پنجاب میں ڈیرہ بابا نانک سے ملاتی ہے۔حکومت نے رہائش، شٹل سروس اور ایک بورڈنگ ٹرمینل جیسی سہولیات کی فراہمی کا اعلان کیا۔

دسمبر میں ہندو یاتریوں کی جماعت کے قائد شِو پرتاب بجاج سمیت کئی ہندو یاتری تین روزہ دورے پر کٹاس راج پہنچے۔انہوں نے ہندوؤں کے مذہبی مقامات کو بحال رکھنے پر پاکستانی حکومت کا شکریہ ادا کیا تاہم انہوں بہت کم تعداد میں ویزے جاری کرنے پر افسوس کا اظہار بھی کیا۔

ایگزٹ کنٹرول لسٹ

2018 کے دوران ای سی ایل کا حد سے زیادہ استعمال دیکھنے میں آیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے مشتبہ افراد کو سزائیں ہونے سے پہلے ہی ان کے خلاف آلے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے، حتیٰ کہ اس وقت بھی جب یہ واضح تھا کہ وہ فرار ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔سال کے شروع میں پیش آنے والے اہم واقعات کا تعلق پی ایم ایل این سے تھا جبکہ دسمبر میں پی پی پی کے رکن بھی اس کا نشانہ بنے۔کارکنوں، بالخصوص پی ٹی ایم کے کارکنوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔

اگست میں احتساب کی ایک عدالت نے ایون فیلڈ پراپرٹیز ریفرنس میں نواز شریف اور مریم نواز کو سزا سنائی جس کے بعد پی ٹی آئی کی کابینہ نے ان کے نام ای سی ایل پر ڈال دیے۔ان کے خلاف دو مزید مقدمات عدالتوں میں زیر التوا تھے۔

مارچ میں قومی احتساب بیورو نے آشیانہ ہاؤسنگ میں مبینہ کرپشن پر لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے سابق

ڈائریکٹر جنرل کو پاسپورٹ کے حصول کے حوالے سے بلیک لسٹ کر دیا۔ اگست میں نواز شریف کے سابق پرنسپل سیکریٹری کا نام اسی بناء پر ای سی ایل میں ڈال دیا گیا۔ 30 مئی کو نیب نے پی ایم ایل–این کے نامزد کردہ پاکستان اسٹیٹ آئل کے ایم ڈی کے خلاف جاری تحقیقات کی بناء پر ان کا نام ای سی ایل میں شامل کر دیا۔ جون میں نیب نے بدعنوانی کے الزامات پر نواز شریف سے قربت رکھنے والے 23 بیوروکریٹس کے نام ای سی ایل میں شامل کر دیئے۔

مئی میں ایف آئی اے حکام نے ایک امریکی سفارت کار کو پاکستان چھوڑنے سے روک دیا جس نے سگنل کی خلاف ورزی کی تھی۔ بعدازاں، امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے بعد اسے پاکستان سے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اسی عرصہ کے دوران امریکہ میں پاکستانی سفیروں کی نقل وحرکت پر نئی پابندیوں کے جواب میں پاکستان نے امریکی سفارت کاروں کی چند مراعات واپس لے لیں۔

ای سی ایل پالیسی کے من مانے اطلاق اور بے قاعدگیوں سے متعلق اس وقت بحث شروع ہوئی جب پی ٹی آئی چیئرمین کے قریبی ساتھی زلفی بخاری کو وزیراعظم کے ہمراہ ایک دفعہ 'عمرہ پر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ زلفی بخاری نیب کی جانب سے زیر تفتیش تھے اور انہیں وزارت داخلہ نے بلیک لسٹ' کر دیا تھا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے ان کا نام ای سی ایل میں سے نکالنے سے متعلق ان کی درخواست منظور کر لی لیکن ان کا نام اگست میں ای سی ایل میں ڈال دیا گیا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے دسمبر میں ان کا نام ای سی ایل میں سے نکالنے کی ان کی اپیل منظور کر لی۔

ای سی ایل کا بظاہر سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں بشمول پی ٹی ایم کے کارکنوں کو نشانہ بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ ایف آئی اے نے پی ٹی ایم کے حامی اور متحدہ عرب امارات کے رہائشی حیات پریغل کو سوشل میڈیا کے ذریعے ریاست مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے' کی بناء پر اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ خیبر پختونخوا میں موجود تھے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ان کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کیا۔ ان کی اس شرط پر ضمانت منظور کی گئی کہ ان کا پاسپورٹ ضبط کر لیا جائے گا اور ان کا نام ای سی میں شامل کر دیا جائے گا۔ ایف آئی اے حکام نے پشتونوں اور خواتین کے حقوق کی معروف کارکن گلالئی اسماعیل کی برطانیہ سے واپسی پر ان کا پاسپورٹ ضبط کر لیا۔ ایف آئی آے حکام کا دعویٰ تھا کہ ان کی ریاست مخالف' سرگرمیوں کی بناء پر ان کا نام ای سی ایل میں شامل تھا۔ نومبر میں ایم این اے محسن داوڑ اور علی وزیر کو ایف آئی اے نے اس وقت حراست میں لے لیا جب وہ دبئی جا رہے تھے۔ ایف آئی اے کا کہنا تھا کہ صوابی پولیس نے اگست میں ایک عوامی اجتماع میں شرکت کرنے پر ان کے کے خلاف ایف آئی آر درج کی تھی جس کے بعد ان کے نام ای سی ایل میں شامل کر دیے گئے تھے۔ دسمبر میں کابینہ نے ان کے نام ای سی ایل سے نکال دیے۔

آسیہ بی بی کے فیصلے کے خلاف ملک بھر میں ہونے والے مظاہروں کے بعد ٹی ایل پی اور حکومت کے درمیان ہونے والے معاہدے میں کہا گیا کہ موخرالذکر آسیہ بی بی کا نام ای سی ایل میں شامل کرنے کے لیے قانونی کارروائی' کرے گی۔ اس سے ایک دن پہلے حکومت نے اپنے پی ٹی آئی کے سرکاری آفیشل اکاؤنٹ کے ذریعے پیغام دیا تھا کہ اس کا آسیہ کا نام ای سی ایل میں شامل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، جس سے غیر یقینی صورتحال پیدا ہوئی۔

نومبر میں ایف آئی اے ایم این اے محسن داوڑ اور علی وزیر کو حراست میں لیا جب وہ دبئی جا رہے تھے

جنوری میں راؤ انوار پر چار لوگوں کی ماورائے عدالت ہلاکت کا الزام لگایا گیا جس کے بعد انہوں نے ملک سے فرار ہونے کی کوشش کی اور روپوش ہو گئے۔ انہوں نے سپریم کورٹ سے درخواست کی کہ ان کا نام ای سی ایل سے خارج کیا جائے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ ان کی نقل وحرکت کی آزادی کی خلاف ورزی تھی۔

ای سی ایل کے من مانے اور سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کا کئی حکام نے نوٹس لیا۔ مارچ میں جب نیب نے شریف خاندان کے کچھ افراد کا نام ای سی ایل میں ڈالنے کا مطالبہ شروع کیا تو سابق وزیر اعظم کی کابینہ نے ای سی ایل فہرست میں موجود ناموں کا جائزہ لینے کے لیے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی۔ اکتوبر میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے ای سی ایل پالیسی میں اصلاحات کا مطالبہ کیا تا کہ اس کے غلط استعمال کو روکا جا سکے۔

مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) کی رپورٹ سماعت کے لیے بھیجے جانے سے پہلے، 27 دسمبر کو وزیر اطلاعات نے اعلان کیا کہ کابینہ ان 172 افراد کا نام ای سی ایل میں شامل کر دے گی جن پر جے آئی ٹی نے جعلی بینک اکاؤنٹس میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا تھا۔ اس بیان پر انہیں شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ان 172 افراد میں پی پی پی کے رہنما، وزیر اعلیٰ سندھ نیز اومنی گروپ، سمٹ، اور سندھ کے بینک، بحریہ ٹاؤن کے ساتھ وابستہ اور کئی دوسرے افراد شامل تھے۔ چیف جسٹس آف پاکستان نے وفاقی حکومت سے کہا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔

جون میں سپریم کورٹ نے نادرا کو حکم دیا کہ وہ سابق صدر پرویز مشرف کے قومی شناختی کارڈ کو غیر مسدود کرے تا کہ وہ غداری کے مقدمے کی سماعت کے لیے وطن واپس آ سکیں، تاہم پرویز مشرف نے ایسا نہیں کیا۔

غیر محفوظ نقل وحرکت اور سفر

بلوچستان کی شیعہ ہزارہ برادری ٹارگٹ حملوں کے خطرے کی زد میں رہی۔ایک الگ علاقے میں محصور اس برادری کی نقل وحرکت کی آزادی انتہائی محدود ہے اوراس برادری کے کئی افراد بیرون ملک نقل مکانی کرر ہے ہیں۔ ان میں سے اکثر غیر قانونی طور پر دیگر مما لک منتقل ہور ہے ہیں۔

اپریل میں کوئٹہ میں ہزارہ برادری پر چار ٹارگٹ حملے ہوئے جن میں نو افراد ہلاک اور دوزخمی ہوئے۔ان میں سے کچھ کوان کی دکانوں میں فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا۔حکام کی جانب سے ہزارہ برادری کے تحفظ میں ناکامی کے خلاف کوئٹہ میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ان میں جلیلہ حیدر کا پانچ روزہ دھرنا بھی شامل تھا جواس وقت ختم ہوا

جلیلہ حیدر کوئٹہ میں ہزارہ برادری کے قتل کے خلاف بھوک ہڑتالی کیمپ میں احتجاج کرر ہی ہیں

جب آرمی چیف نے مظاہرین سے ملاقات کی۔مئی میں چیف جسٹس آف پاکستان نے ان حملوں کا ازخودنوٹس لیتے ہوئے صوبائی اور وفاقی حکام کو 10 دن کے اندر رپورٹیں جمع کرانے کی ہدایت کی۔

جدید غلامی (محنت کش ملاحظہ کریں)

آفات

دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں اعلیٰ درجے کی محیط ہوائی آلودگی (سموگ) کے باعث حدنگاہ انتہائی کم ہوگئی جس کی وجہ سے پنجاب اور خیبر پختونخوا میں بڑے موٹروے بند کردیے گئے اور پروازوں کا رخ موڑ دیا گیا۔

بے ضابطگی

ایف آئی اے نے جعلی دستاویزات پر سفر کرنے پر درجنوں مقامی افراد کو گرفتار کرلیا۔ ایف آئی اے نے چند ان لوگوں کو گرفتار کیا جنھوں نے افغان شہریوں کو جعلی شناختی دستاویزات جاری کی تھیں۔ سرگودھا میں کچھ ٹریول ایجنٹوں کو عمرے کے ویزے کی غیر قانونی سہولتیں دینے پر گرفتار کیا گیا۔ مارچ میں ایف آئی اے نے راولپنڈی میں انسانی سمگلنگ میں ملوث ایک شخص سے 133 پاسپورٹ برآمد کیے۔ مذکورہ شخص لوگوں کو مذہبی مقامات کی زیارتوں کے بہانے پاکستانی شہریوں کو مشرق وسطیٰ کے راستے یورپ سمگل کرتا تھا۔

گوادر کا پاسپورٹ آفس وسائل کی کمی کے باعث دو ماہ تک غیر فعال رہا۔ جنوری اور فروری میں بالترتیب لاہور اور گوجرانوالہ میں یہ الزامات سامنے آئے کہ افسران رشوت وصول کر رہے تھے اور پاسپورٹ کے چند دفاتر میں ایجنٹ مافیا سرگرم تھی۔

سفارشات

☆ پاکستان کے تمام علاقوں میں شہریوں کی نقل وحرکت کی آزادی کی ضمانت دی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کوئی ممنوعہ علاقے نہ ہوں، اور یہ کہ لوگ ملک بھر میں سفر کے دوران محفوظ رہیں۔

☆ نقل وحرکت کی آزادی کو سرکاری اور نجی مداخلت سے تحفظ فراہم کیا جائے۔ اس بات کو یقنی بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں کہ خواتین کو آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 12 کے تحت دستیاب حقوق سے محروم نہ رکھا جائے۔

☆ کسی شخص کا نام ای سی ایل پر ڈالنے کی وجوہات منظر عام پر لائی جائیں اور اس کے من مانے استعمال کو روکا جائے۔ پاسپورٹ کے اجراء میں کسی بھی قسم کی بے قاعدگیوں کا ازالہ کیا جائے۔

☆ شہریوں کے اپنی مرضی کی جگہ پر رہائش رکھنے کے حق کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں اور انہیں ہر قسم کی جبری بے دخلی سے تحفظ فراہم کیا جائے۔

☆ گروی مشقت کے خلاف قوانین پر عمل درآمد کیا جائے چونکہ معاشرے کے کمزور ترین طبقات حقیقی غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

☆ سڑک، ٹرین اور ہوائی سفر کو کم خرچ، مؤثر اور معتبر بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

بنیادی آزادیاں

فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی

...... پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک ایسا نظام وجود میں لایا جائے، جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لیے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، فکر و ضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں بھی شامل ہیں۔ یہ حقوق اور آزادیاں قانون اور اخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی۔

آئین پاکستان

[دیباچہ]

قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے، الف: ہر شہری کو اپنے مذہب پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا، ب: ہر مذہبی گروہ، فرقے اور مسلک کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرے، انھیں برقرار رکھے اور چلائے۔

آئین پاکستان

[آرٹیکل-20]

تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں، سب کی عزت اور حق برابر ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل عطا کیے گئے ہیں، انھیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک اور رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

[آرٹیکل-1]

ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے، اور یہ آزادی بھی، کہ کوئی شخص تنہا یا کچھ افراد مل کر اجتماعی طور پر، نجی حدود میں یا سرعام، تعلیم و تبلیغ، اعمال و عبادات کے ذریعے اپنے مذہب کا اظہار کریں۔

[آرٹیکل-18]

کسی شخص پر اس طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا کہ اس کا عقیدہ اور مذہب اختیار کرنے کی آزادی مجروح ہو۔

کسی ریاست، ادارے، افراد کے گروہ یا فرد کی طرف سے کسی شخص کے ساتھ اس کے مذہب اور عقیدے کے باعث کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر طرح کی عدم برداشت اور امتیازی سلوک کے خاتمے کے لیے اقوام متحدہ کا اعلامیہ۔

[آرٹیکل 1(2): اور 2(1)]

اقلیتوں کو پاکستان میں 2018 کے دوران بھی ہراسانی، گرفتاریوں اور یہاں تک کہ ہلاکتوں کا سامنا رہا، محض اس وجہ سے کہ وہ اپنی زندگیاں اپنے عقائد کے مطابق بسر کرنا چاہتے تھے۔ عالمی درجہ بندیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کی زندگی میں بہتری لانے کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی اس سال بھی مایوس کن رہی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے پاکستان کو ان ممالک کی فہرست میں شامل کیا ہے جو مذہبی آزادی کی خلاف ورزی اور اپنی اقلیتوں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ ایک برس قبل، امریکہ نے پاکستان کو اُن ممالک کی فہرست میں شامل کیا جن پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے چونکہ یہ ممالک مذہبی آزادی کی 'منظم رواں (اور) سنگین خلاف ورزیوں' کے مرتکب ہوتے رہے یا ان سے چشم پوشی کرتے رہے۔

یو ایس کمیشن برائے عالمی مذہبی آزادی (یو ایس سی آئی آر ایف) نے بھی سفارش کی ہے کہ 'مذہبی آزادی کی سنگین پامالی' کی وجہ سے پاکستان کو بھی 'تشویش کا حامل ملک' قرار دیا جائے۔ یو ایس کمیشن کی 2018 کی رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو انتہا پسند گروہوں اور مجموعی طور پر معاشرے کی طرف سے حملوں کا سامنا رہا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پاکستان کے سخت گیر تضحیک مذہب قوانین کا انتہائی ناجائز استعمال ہوتا ہے جس کے نتیجے میں غیر مسلموں، اہل تشیع اور احمدیوں کے حقوق غصب ہوتے ہیں۔'

عالمی اقلیتی حقوق گروپ نے 2018 میں ان ممالک کی فہرست جاری کی جہاں لوگوں کو سب سے زیادہ خطرات لاحق تھے۔ پاکستان ان ممالک کی فہرست میں نویں درجہ پر تھا۔ پاکستان میں مذہبی اقلیتیں بدستور عدم تحفظ کی لپیٹ میں رہیں۔ صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں شیعہ ہزارہ برادری پر انتہا پسند گروہوں کے حملے ہوتے رہے۔ اقلیتوں بشمول اہل تشیع، احمدیوں، ہندوؤں اور مسیحوں کے خلاف عدم برداشت اور دشمنی کی عمومی فضا قائم رہی اور ریاستی اداروں اور معاشرتی رویوں نے اسے مزید فروغ دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں 2018 کے دوران مذہبی اقلیتیں ہی سب سے زیادہ نفرت اور تشدد کا نشانہ بنی ہیں، مگر مسلم اکثریت کے اندر ہزارہ برادری بھی شدید قسم کے فرقہ ورانہ تشدد کی لپیٹ میں رہی۔

فرقہ واریت

2018 میں جاری ہونے والی امریکہ کی سالانہ مذہبی آزادی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں مذہبی ایذا رسانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فرقہ ورانہ متشدد انتہا پسند گروہوں نے شیعہ مساجد، مذہبی اجتماعات، مذہبی رہنماؤں پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جن میں سال کے دوران کم از کم 112 لوگ ہلاک ہوئے۔

بلوچستان میں فرقہ ورانہ دہشت گردی کا سب سے زیادہ نشانہ ہزارہ برادری بنی۔

ایک ماہ کے مختصر عرصہ میں چار مختلف حملوں میں چھ ہزارہ افراد کو ہلاک اور ایک کو زخمی کیا گیا۔ دو ہزارہ افراد کو کوئٹہ کے مغربی بائی پاس پر مارا گیا۔ ایک دوکاندار کو 18 اپریل کو گولیاں مار کر ہلاک جبکہ ایک اور ہزارہ کو مہینے کے

شروع میں مارا گیا۔ دو ہزارہ افراد کو 28 اپریل کو چوتھے ٹارگٹ حملے میں مارا گیا۔ 4 مارچ کو ہزارہ برادری کے ایک رکن کو کوئٹہ میں ایک ٹارگٹ حملے میں، جبکہ 8 مارچ کو کوئٹہ میں ہزارہ برادری کی حفاظت پر معمور ایک پولیس اہلکار کو ہلاک جبکہ ایک اور کو زخمی کر دیا گیا۔

ہزارہ برادری کے کارکنوں نے بلوچستان اسمبلی کی عمارت کے باہر ایک دھرنا دیا اور 29 اپریل کو ہزارہ عورتوں نے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے بھوک ہڑتالی کیمپ لگایا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ہزارہ لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ پر فی الفور قابو پایا جائے اور ان واقعات میں ملوث مجرموں کو گرفتار کیا جائے۔ مئی میں عدالت عظمیٰ نے ہزارہ برادری پر حملوں کا از خود نوٹس لیا۔

ہزارہ برادری کے لوگ چونکہ اپنی سلامتی کے لیے باقی معاشرے سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں، ان کے بچوں کی تعلیم متاثر ہوئی ہے اور ان کے پھلتے پھولتے کاروبار تباہ ہو گئے ہیں لہٰذا گزشتہ برس ہزاروں افراد نے پاکستان میں لاچار زندگی بسر کرنے سے آسٹریلیا میں غیر قانونی نقل مکانی کے خطرات مول لینا بہتر سمجھا۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) کی ایک رپورٹ کے مطابق، کوئٹہ میں گذشتہ پانچ برسوں کے دوران، دہشت گردی کے مختلف واقعات میں 509 ہزارہ مارے گئے ہیں۔ تاہم، ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کے علاقائی سربراہ کے مطابق حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے اور ان کا کہنا ہے کہ '200 سے زائد ہزارہ تو صرف دو خودکش بم دھماکوں میں ہلاک ہوئے تھے۔'

ایک ہزارہ عورت جنہوں نے ہزارہ ٹاؤن کے مرکز میں ایک ریستوران کھولا ہے، اپنی حالتِ زار کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتی ہیں، 'ہم بہت بری حالت میں ہیں۔ کئی گھروں میں کمانے والے نہیں بچے۔۔۔ انہیں یا تو مار دیا گیا ہے یا پھر وہ کوئٹہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ایک ایسی کمیونٹی میں جہاں بچوں کی تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی تھی اور بچوں کی مشقت کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا، کئی بچوں کو سکول چھوڑنا پڑا اور ریستورانوں میں ویٹرز، یا میڈیکل اسٹورز میں پیغام رساں لڑکوں کے طور پر یا جوتوں کی دوکانوں میں کام کرنا پڑا تاکہ وہ اپنے خاندانوں کا ہاتھ بٹا سکیں۔

شیعہ برادری کو بدستور ٹارگٹ کلنگ کا خطرہ لاحق ہے۔ فروری میں، ڈیرہ اسماعیل میں ایک امام بارگاہ میں فائرنگ کی گئی جس کے نتیجے میں ایک مذہبی رہنماء سمیت تین لوگ ہلاک ہو گئے۔ 22 مارچ کو کراچی میں ایک فرقہ ورانہ حملے میں ایک شیعہ شخص ہلاک اور دو افراد شدید زخمی ہوئے۔ 8 اگست کو ڈیرہ اسماعیل خان میں اہل تشیع کے تین افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔ جبری گمشدہ اہل تشیع کی رہائی کمیٹی کا دعویٰ ہے کہ تقریباً 140 شیعہ مسلمان لاپتہ ہیں۔

13 جولائی کو، ضلعی پولیس آفیسر ڈیرہ اسماعیل خان نے عدالت عظمیٰ کو بتایا کہ بعض سیاستدان اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے فرقہ ورانہ تشدد کا سہارا لیتے ہیں اور اپنا ووٹ بینک بڑھانے کے لیے مذہبی انتہاپسند گروہوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔

احمدی

پاکستان میں احمدی برادری کے خلاف بڑے پیمانے پر نفرت اور عداوت کوئی نئی بات نہیں۔ 2018 میں ایک ایسے ماحول میں، جو تعصب اور نفرت انگیز بیانیہ کی جانب مائل تھا، احمدیوں کے خلاف نفرت کا پرچار بلا روک ٹوک جاری رہا۔ احمدی برادری کی کھلے عام ایذا رسانی کئی عشروں سے جاری ہے اور ان کے خلاف ہجوم کے حملوں، عبادت گاہوں کی بے حرمتی، ٹارگٹ کلنگ، اور نفرت انگیز تقریر کے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں۔ کالعدم مذہبی تنظیموں نے فیس بک، ٹویٹر، اور سوشل میڈیا کے دیگر پلیٹ فارمز پر احمدیوں کو کھلے عام نشانہ بنایا اور ان کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی۔

تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) جیسے گروہوں کے ظہور اور فیض آباد دھرنے کے بعد، اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج نے کہا کہ نادرا ہائی کورٹ کی اجازت کے بغیر کسی کا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا اور انہوں نے احمدیوں کے لیے الگ ڈیٹا بیس کا مطالبہ کیا، جس سے احمدی پہلے سے زیادہ غیر محفوظ ہو گئے۔ ایک اور حکم نامے میں، اسلام آباد ہائی کورٹ نے فوجی اور سول عہدوں کے لیے مذہب کے اعلامیے کو لازمی قرار دیا جو انہیں ایذا رسانی کے خطرے سے دوچار کرنے کی جانب ایک اور قدم تھا۔ عدالت نے احمدیوں کی سفری تفصیلات اور احمدی مذہب اختیار کرنے والوں کا ریکارڈ بھی طلب کیا۔ اس فیصلے کے نہ صرف احمدی برادری بلکہ تمام مذہبی اقلیتوں پر شدید اثرات مرتب ہوئے۔ ایچ آر سی پی نے ایک پریس ریلیز میں فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ، پیدائش کے سرٹیفکیٹ اور ووٹر فہرستوں میں اندراج کے لیے عقیدے کے اعلان کا تقاضا کرنے سے مذہبی اقلیتوں کی اپنے بنیادی حقوق سے مستفید ہونے کی اہلیت مزید کم ہو جائے گی۔'

ستمبر میں، الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کا (ترمیمی) بل 2018 سینیٹ میں پیش کیا گیا جس میں احمدی مخالف قوانین خاص طور پر شامل کیے گئے۔ جیسے کہ خود کو مسلمان کہنے والا اور اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے والا قادیانی تین سال قید اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔'

جولائی 2018 کے انتخابات میں، احمدی برادری نے مجبوراً موجودہ امتیازی انتخابی قوانین کے تحت ووٹنگ میں حصہ لینے سے گریز کیا۔ ووٹروں کی ایک فہرست تھی جس میں تمام مذہبی گروہ بشمول مسلمان، ہندو، مسیحی، زرتشتی اور سکھ شامل تھے جبکہ احمدیوں کے لیے علیحدہ ووٹر فہرست تھی۔ عقیدے کی بنیاد پر یہ امتیازی سلوک پاکستان کے احمدیوں کو انتخابی عمل سے دور رکھنے اور انہیں ان کے ووٹ کے بنیادی حق سے محروم رکھنے کی دانستہ کوشش ہے۔

احمدیوں کے خلاف تعصب اپنی اصل شکل میں اس وقت سامنے آیا جب حکومت نے عاطف میاں کا اقتصادی مشاورتی کونسل (ای اے سی) کے رکن کے طور پر تقرر کیا۔ ان کا تعلق احمدی برادری سے ہونے کی وجہ سے اس اقدام پر شدید ردعمل دیکھنے میں آیا جس پر حکومت نے ان کی نامزدگی کا فیصلہ واپس لے لیا۔ اس فیصلے پر مذہبی انتہا

ایک احمدی کی بطور حکومتی مشیر تقرری کے خلاف احتجاج

پسند گروہوں بشمول ٹی ایل پی اور پاکستان مسلم لیگ-ن کی زیر قیادت حزب اختلاف کی جماعتوں نے اعتراض کیا تھا، جنھوں نے عاطف میاں کی تقرر کے خلاف سینیٹ میں ایک نوٹس جمع کرایا۔ مذہبی و سیاسی جماعتیں وقتاً فوقتاً احمدی برادری سے متعلقہ معاملات پر مختلف حکومتوں پر تنقید کرتی رہی ہیں۔ ٹی ایل پی نے عاطف میاں کے بطور رکن ای اے سی تقرری کے بعد احتجاج کا اعلان کیا۔ ایک دن کے اندر، حکومت نے عاطف میاں کی تقرری کا فیصلہ واپس لے لیا۔

سینیٹ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو سیالکوٹ میں احمدیوں کی ایک عبادت گاہ کی مسماری سے متعلق بریفنگ دیتے ہوئے، پنجاب پولیس کے ترجمان نے عاطف میاں کی ای اے سی سے معزولی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ جب احمدی برادری ایک حکومتی کمیٹی میں اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی تو ایک ضلعی پولیس افسر سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔'

2018 کے دوران جماعت احمدیہ کی متعدد عبادت گاہیں حملوں کا نشانہ بنیں۔ ان میں سے اہم ترین واقعہ سیالکوٹ میں احمدیوں کی ایک عبادت گاہ اور ایک گھر کی مسماری تھی جو جماعت احمدیہ کے لیے تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ سیالکوٹ میں احمدیوں کی ایک اور عبادت گاہ کو پولیس کی موجودگی میں نقصان پہنچایا گیا اور بعد ازاں اسے نذرِ آتش کر دیا گیا۔ 24 اگست کو، فیصل آباد میں احمدیوں کی ایک عبادت گاہ کو آگ لگا دی گئی۔ پولیس نے اچھرہ سینٹر لاہور میں احمدیوں کی ایک اور عبادت گاہ کو بند کر دیا۔

گجر پورہ اور سادھوکے میں پولیس نے عید الاضحیٰ کے موقع پر بکروں کی قربانی کرنے پر دو احمدیوں کے خلاف الگ الگ مقدمات درج کیے۔ اکتوبر میں، لیہ میں ایک احمدی کو توہین مذہب کے الزامات کے تحت گرفتار کر لیا گیا جسے بعد از گرفتاری ضمانت دینے سے انکار کر دیا گیا۔

اگرچہ گزشتہ سال کے مقابلے میں احمدیوں کی ٹارگٹ کلنگ میں کمی واقع ہوئی ہے تاہم شرانگیز ارادے غالب رہے۔ تین احمدیوں کی مشترکہ قبرستانوں میں تدفین کی اجازت نہیں دی گئی۔ آٹھ احمدیوں پر پی پی سی کے سیکشن 295۔ سی کے تحت الزامات عائد کیے گئے، دس کے خلاف قرآن کی مبینہ بے حرمتی پر مقدمات درج کیے گئے اور ایک کے خلاف اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے پر مقدمہ درج ہوا۔

مسیحی

2018ء مسیحوں کے لیے یہ ایک اور مشکل سال ثابت ہوا۔ اوپن ڈور کی عالمی واچ فہرست 2019 کے مطابق، یکم نومبر 2017 سے لے کر 31 اکتوبر 2018 تک کی رپورٹنگ کے دورانیے میں، پاکستان ان ملکوں میں پانچویں نمبر پر تھا جو مسیحوں کے رہنے کے لیے انتہائی خطرناک جگہیں ہیں اور ایسے دوملکوں میں شامل تھا جہاں مسیحیوں کو سب سے زیادہ تشدد کا سامنا تھا۔ رپورٹ کے مطابق، ہر برس اندازاً 700 مسیحی لڑکیوں کو اغواء کیا جاتا ہے اور عموماً ان کی مسلمان مردوں کے ساتھ شادی کر دی جاتی ہے۔

مسیحوں کے لیے بلوچستان میں یہ برس خاص طور پر بھاری ثابت ہوا۔ 3 اپریل کو مسیحی خاندان کے تین لوگ ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے جب دوموٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کی۔ شدت پسند دولت اسلامیہ نے بڑے فخر سے حملے کی ذمہ داری قبول کی۔ دو ہفتوں بعد، اسی ماہ، کوئٹہ میں ایک گرجا کے قریب فائرنگ کے ایک واقعہ میں دو مسیحی ہلاک اور پانچ زخمی ہوئے جب عبادت گزار اتوار کی دعا کے بعد واپس جا رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد، مسیحوں کی ایک بڑی تعداد کو عارضی طور پر اپنے گھر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا۔

ایک مسلمان مرد کی شادی کی تجویز مسترد کرنے پر ایک مسیحی عورت پر تیزاب پھینکا گیا جس سے اس کا 90 فیصد جسم جھلس گیا اسے لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل کیا گیا جہاں وہ پانچ دنوں تک زندگی کی جنگ لڑنے کے بعد وہ اپنے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہوگئی۔ متاثرہ لڑکی کے خاندان کا کہنا تھا کہ سیالکوٹ سول لائن پولیس نے حملہ آور کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کی بجائے، ان کی ناخواندگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایف آئی آر میں جرم کی نوعیت تبدیل کر دی۔ اپریل کے مہینے میں سیالکوٹ میں ایک مسیحی لڑکی کو زندہ جلا دیا گیا۔

2018 میں بھی مسیحیوں کو انصاف کی بروقت فراہمی نہیں ہوئی۔ تانیہ مریم کو 2007 میں قتل کیا گیا تھا مگر قاتل ابھی تک آزاد ہے۔ 2009 میں گوجرہ واقعے کو، اور 2013 میں جوزف کالونی واقعے کو جہاں ایک ہجوم نے لاہور کے مضافات میں ایک مسیحی آبادی کے گھروں کو آگ لگا دی تھی، کئی برس گزر چکے ہیں مگر ان مقدمات میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

گوجرانوالہ سے تعلق رکھنے والا ایک مسیحی نوجوان فرحان مذہب کی توہین کے ٹیکسٹ میسجز بھیجنے کے الزام میں 2 اگست سے جیل میں پڑا ہوا ہے۔ الزام کے بعد، ایک مشتعل ہجوم نے فرحان کے گھر کے نواح کا گھیراؤ کیا

پشاور میں سکھ رہنما سردار چرن جیت سنگھ کو قتل کیا گیا

اور پولیس کو آ کر اسے بچانا پڑا۔ وہاں رہنے والے کئی مسیحوں کو وہاں سے فرار ہونا پڑا کیونکہ ہجوم قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے تیار نظر آ رہا تھا۔

غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے، اقلیتوں کو اکثر دھونس اور دھمکیوں کا سامنا رہا اور مسلمان برادری کے لوگ ان کی زمینیں ہتھیاتے رہے۔ نارنگ منڈی میں طاقتور زمینداروں نے بندوق کی نوک پر ایک قبرستان پر غیر قانونی قبضہ کیا اور کئی قبریں مسمار کر دیں۔ جون میں، کراچی میں لینڈ مافیا نے 24 مسیحی لڑکے اغواء کر کے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ اگست میں، 24 مسیحی خاندانوں نے پی ایم اور سی جے پی سے اپیل کی کہ تین مرلہ پلاٹ لینے میں ان کی مدد کی جائے جو انہیں 1992 میں الاٹ ہوئے تھے جب ان کے گھر بغیر کسی نوٹس کے گرائے گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے چار آرڈرز کے باوجود انہیں کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔

اپریل میں، پشاور میں ایک فیملی پارک میں گارڈز نے ایک مسیحی لڑکے اور اس کے سکھ دوستوں جن میں ایک لڑکی بھی شامل تھی، کو زدوکوب کیا۔ وہ وہاں ایسٹر منانے گئے تھے۔

اطلاعات کے مطابق، جون میں، پنجاب کے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے علاقے نیا سرابھا میں 40 مسیحی خاندانوں کو بتایا گیا کہ وہ مسلم اکثریتی گاؤں میں گرجا نہیں رکھ سکتے۔ اس سے چھ ماہ قبل انہیں ایک فارم پر دستخط کرنے پر مجبور کیا گیا تھا جس میں ان سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ اس گرجا میں عبادات کا سلسلہ ترک کر دیں گے۔

مثبت پیش رفت یہ ہوئی ہے کہ چیف جسٹس پاکستان نے کاموکی میں ایک گرجا کی تعمیر کا حکم دیا جو فنڈز ہونے کے باوجود تاخیر کا شکار تھا۔ لاہور ہائی کورٹ نے شہر کی انتظامیہ کو ایک مسیحی قبرستان کی حالت بہتر کرنے اور مناواں میں ایک گرجا جسے گرا دیا گیا تھا، کی تعمیر نو کا حکم دیا۔

سکھ

گذشتہ چند برسوں کے دوران، خیبر پختونخوا میں سکھوں کو اسلامی گروہوں کی طرف سے اکثر نشانہ بنایا جارہا ہے جوانہیں جزیہ نہ دینے کی صورت میں سخت نتائج کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔کئی سکھوں کو اغواء کیا گیا ہے، کئی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور سکھوں کی املاک پر قبضے کیے گئے۔

مئی میں، نامعلوم حملہ آوروں نے انسانی حقوق کے کارکن اور سکھوں کے رہنما چرن جیت سنگھ کو گولیاں مار کر ہلاک دیا جو سکھ برادری کے لیے ایک بڑا خسارا ہے۔

انسانی حقوق کے لیے جدجہد کرنے کی بدولت دھمکیوں اور حملوں کا نشانہ بننے کے بعد، سکھ رہنما اور پاکستان اقلیتی اتحاد کے کے پی کے کے موجودہ صدر ردیش سنگھ ٹونی کو پشاور چھوڑنا پڑا۔

اکتوبر میں، ریسکیو 1122 کے دو اہلکاروں نے ننکانہ صاحب میں ذہنی معذوری کا شکار سکھ لڑکی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔

فروری میں، گروسنگھ صبا نے متروکہ املاک ٹرسٹ بورڈ کے خلاف پٹیشن دائر کی جو ساہیوال میں ایک گردوارے کو مسمار کرنا چاہتا تھا۔سکھ برادری نے محکمہ اوقاف اور دیگر سرکاری اہلکاروں کے خلاف پشاور ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔سکھ برادری کا مئوقف تھا کہ مطلوبہ بجٹ ہونے کے باوجود ان کے لیے شمشان گھاٹ نہیں بنایا جارہا۔ اس دوران، سندھ ہائی کورٹ نے میر پور خاص میں گردوارہ ایک شخص کو ٹھیکے پر دینے پر سیکرٹری مذہبی امور، ای پی ٹی بی کے چیئر مین اور دیگر کو طلبی کے ٹونس جاری کیے۔اگست میں، راولپنڈی میں سکھ کمیونٹی نے ای ٹی پی بی سے مطالبہ کیا کہ راجہ بازار میں پرانا گردوارہ ان کے حوالے کیا جائے جہاں ایک سرکاری محکمے نے ایک مسجد تعمیر کرلی تھی۔

کرتار پور راہداری کا کھلنا پاک انڈیا سرحد کے دونوں اطراف رہنے والے سکھوں کے کے لیے ایک تاریخ ساز پیش رفت ہے، یہ عالمی سکھ برادری کا دیرینہ مطالبہ تھا جو سمجھتے ہیں کہ کرتار پور بابا گرونانک کے مزار کی زیارت ان کا مذہبی فریضہ ہے۔جنوری اور اکتوبر 2018 میں پاکستان میں تقریباً 16,650 سکھ یاتری (زائرین) آئے جبکہ گذشتہ برس اتنے عرصے میں 70,000 یاتری آئے تھے۔اس برس آنے والے سکھ یاتریوں کی تعداد میں بہت زیادہ کمی ہوئی ہے۔امید ہے کہ کرتار پور راہداری کے ذریعے ہزاروں یاتری بآسانی پاکستان آسکیں گے۔

سپریم کورٹ نے 25 اکتوبر کو مردم شماری کے فارم میں 'سکھ مت' کا کالم شامل کرنے کا حکم دیا۔ پشاور اور سندھ ہائی کورٹ کی ہدایات کے بعد، پاکستان بیورو شماریات نے سکھ مت کو ایک علیحدہ مذہب کے طور پر مردم شماری فارم میں شامل کیا۔سندھ ہائی کورٹ کی ہدایت نمبر سی۔پی/ ڈی/ 1760 کے بعد، محکمہ مردم شماری کے حکام کو کہا گیا کہ وہ مردم شماری فارم میں مسلمان، مسیحی، ہندو، احمدی، شیڈولڈ ذات، ایرانی، سکھ، پارسی، بہائی، کیلاش، بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں کا اندارج کریں۔شروع میں جب مارچ 2017 میں مردم شماری فارم جاری ہوا تھا تو سکھ

مذہب کا اندراج دیگر 'مذاہب میں کیا گیا تھا۔اس سے ملک بھر میں سکھوں کو تکلیف پہنچی کیونکہ سکھوں کے حوالے سے اعداد وشمار نہ ہونے کی وجہ سے انہیں کئی مواقع سے محروم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ اندراج، اگرچہ تاخیر سے ہوا،خوش آئند تھا۔

ہندو

ہندو برادری اس سال بھی غیر یقینی اور عدم تحفظ کا شکار رہی۔ پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہندوؤں کی زیادتعداد سندھ میں مقیم ہے۔ ہندوعورتوں خاص طور پر نچلی ذات کی بچیوں کے مذہب کی جبری تبدیلی کی اطلاعات اس سال بھی منظر عام پر آتی رہیں۔ ہندولڑکیوں کو اغواء کیا جاتا ہے، جبری اسلام قبول کروایا جاتا ہے اور مسلمان مردوں کے ساتھ بیاہ دیا جاتا ہے۔سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013 کا مؤثر نفاذ نہیں کیا گیا اور جبری شادیوں پر ریاست کا ردعمل ملاجلا ہے۔ اگر پولیس شریک جرم نہیں تو زیادہ تر واقعات میں غیر حساس اور لاتعلق ضرور رہتی ہے۔

اطلاعات کے مطابق، تھر کے ایک گاؤں سے اغواء ہونے والی ایک کمسن ہندولڑکی زبردستی اسلام قبول کرواکر ایک مسلمان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ پولیس نے اس کے والدین کو بتایا کہ لڑکی کی مسلمان کے ساتھ شادی کے بعد کچھ نہیں ہوسکتا۔ اطلاعات کے مطابق، ضلع عمرکوٹ سے ایک اورلڑکی پولیس کی تحویل میں آنے کے بعد لاپتہ 'ہوگئی اورلڑکی کے خاندان کے مطابق، ایک زمیندار کے حوالے کردی گئی۔ضلع بہاولپور کے علاقے یزمان سے 12 سالہ لڑکی کو اغواء کیا گیا۔اگرچہ ایف آئی آر درج ہوگئی تھی مگر پولیس لڑکی کو بازیاب نہ کرسکی۔

چندواقعات میں پولیس موثر بھی ثابت ہوئی ہے۔ پولیس نے ہندوبرادری سے تعلق رکھنے والی تین بہنوں کو تین دن کے اندر بازیاب کروایا جنہیں میر پورخاص میں ٹنڈوجان محمد سے مبینہ طور پر اغواء کیا گیا تھا۔

بدقسمتی سے، پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں سے متعلق اعدادوشمار دستیاب نہیں ہیں۔ صوبہ سندھ میں صرف 2018 میں ہندواور مسیحی لڑکیوں کے جبری تبدیلی مذہب کے واقعات کی تعداد اندازاً ایک ہزار تھی۔جن شہروں میں ایسے واقعات تسلسل سے پیش آئے ان میں عمرکوٹ، تھرپارکر، میرپورخاص، بدین، کراچی، ٹنڈوالہ یار، کشمور اور گھوٹکی شامل ہیں۔

سندھ اسمبلی کا جبری تبدیلی مذہب سے متعلق بل جس کے تحت 18 سال سے کم عمر کوئی بھی فرد اپنی مرضی سے بھی اسلام قبول نہیں کرسکتا، کی سندھ اسمبلی نے نومبر 2018 میں متفقہ طور پر منظوری دی۔تاہم، حکمران جماعت نے مذہبی جماعتوں کے دباؤ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور فریقین کے ساتھ مزید مشاورت کا حکم دیا جس سے قانون سازی کا عمل تاخیر کا شکار ہوگیا۔

کچھ کیسز میں، عدلیہ نے فوری کارروائی کی۔جنوری میں، سندھ ہائی کورٹ نے عمرکوٹ کے علاقے کنری میں ایک ہندولڑکی کے ساتھ جنسی زیادتی کا ازخودنوٹس لیا اور پولیس کو متاثرہ لڑکی اور اس کے خاندان کو سکیورٹی فراہم

کرنے کی ہدایت کی۔ مٹھی میں ایک مجسٹریٹ نے ایک 14 سالہ لڑکی کی 55 سالہ شخص سے زبردستی شادی کرانے پر چار افراد کو دو دو سال قید کی سزا سنائی۔

سپریم کورٹ نے سندھ میں ہندو برادری کی جائیدادوں پر تجاوزات کا از خود نوٹس لیا۔ پروفیسر ڈاکٹر بھگوان دیوی نے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو پوسٹ کی جو وائرل ہوگئی۔ اس ویڈیو میں الزام لگایا گیا کہ لینڈ مافیا ہندوؤں کی زیر ملکیت جائیدادوں پر قبضے کر رہی تھی۔ بالائی سندھ میں جعلی مختار نامے بنائے جا رہے تھے جس کے باعث ہندو برادری عدم تحفظ اور خوف کا شکار رہی۔ بہت سے ہندو خاندان پاکستان چھوڑ کر دیگر ممالک کی جانب نقل مکانی کر گئے جبکہ دیگر کئی خاندان اپنی جائیدادیں اور گھر بیچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

لاہور ہائی کورٹ نے پنجاب حکومت کو بابو صابو کے قریب ہندوؤں کے ایک شمشان گھاٹ کی مرمت کے لیے فنڈز جاری کرنے کا حکم دیا۔ ایک درخواست گزار نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی تھی جس میں استدعا کی گئی تھی کہ عدالت لاہور میں ہندوؤں کے لیے ایک شمشان گھاٹ بنانے کا حکم دے تاکہ وہ میت کی آخری رسومات ادا کر سکیں۔ حیدرآباد میں، پولیس اور چند بااثر افراد نے مبینہ طور پر ہندوؤں کے ایک شمشان گھاٹ پر قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں شہر میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔

ایک اور کیس میں، سپریم کورٹ نے ان اطلاعات کا نوٹس لیا کہ کٹاس راج مندر کے تالاب خشک ہو رہے تھے کیونکہ مندر کے قریب واقع سیمنٹ بنانے والی فیکٹریاں زیر زمین لاتعداد کنوؤں کے ذریعے پانی کھینچ رہی تھیں۔ چیف جسٹس آف پاکستان نے فیکٹری مالکان کو تالاب کو قدرتی ذرائع سے بھرنے کا حکم دیا۔ اگر فیکٹریوں میں پانی کے پمپ بند کر دیے جائیں تو علاقے میں پانی کی سطح خود بخود بلند ہو جائے گی۔ چکوال میں واقع کٹاس تالاب ہندو دیومالا کے مقدس ترین مقامات میں سے ایک ہے۔

کچھ کیسز میں، قانون نافذ کرنے والے اداروں کا کردار انتہائی افسوسناک تھا۔ مٹھی میں، دو بھائیوں جو پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے، ان کو ڈاکوؤں نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق، پولیس نے کئی گھنٹوں تک واقعے پر کارروائی کرنے کی زحمت نہیں کی جس کے خلاف تھر اور عمرکوٹ میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ اپریل میں ایک ہندو لڑکے کو اغواء کے بعد اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ جولائی میں، ڈیرہ مراد جمالی میں ایک ہندو تاجر کو دن دیہاڑے اغواء کر لیا گیا۔ مجرم تاحال آزاد تھے۔ اکتوبر میں، لاڑکانہ میں نامعلوم حملہ آوروں نے ایک ہندو تاجر پر حملہ کر دیا۔ میڈیا کی جانب سے واقعے کی نشاندہی ہونے تک ایف آئی آر درج نہیں کی گئی تھی۔

سندھ اسمبلی نے ہندو میرج ایکٹ 2016 میں ترمیم کرتے ہوئے شوہر اور بیوی دونوں کو علیحدگی کا حق دیا اور بیوی اور بچوں کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا۔ ہندو برادری، خاص طور پر خواتین اور بچے اس قانون سے مجموعی طور پر مستفید ہو سکتے ہیں جنہیں کئی عشروں سے ان کے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ مطلوبہ قوانین کی غیر موجودگی کی وجہ سے ازدواجی معاملات میں غیر منصفانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

ای ٹی پی بی ٹیم نے بالآخر راولپنڈی میں کالی ماتا' مندر پر تجاوزات کا جائزہ لیا۔ یہ مندر کئی دہائیوں سے بند تھا۔ 1982 میں، ای ٹی پی بی نے ملحقہ عمارت کو ایک اسکول کے حوالے کر دیا جس نے بعد ازاں مقامی تاجروں کے سپرد کر دیا۔

توہینِ مذہب

توہین مذہب کے قوانین کا مجموعی طور پر غلط استعمال کیا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اپنے ذاتی جھگڑوں کے تصفیے کے لیے جھوٹی شکایات درج کراتے ہیں۔ بہت سے کیسز میں، توہینِ مذہب کے الزامات ملزموں کی ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت یا ٹارگٹ کلنگ پر منتج ہوئے اس سے پہلے کے انہیں عدالت میں پیش کیا جاتا ہلاک کر دیئے گئے۔ اگر عدالت ملزم کو بے قصور قرار دے بھی دے، تب بھی وہ انتہا پسندوں کی دھمکیوں کے خوف یا سماجی بائیکاٹ کی وجہ سے معمول کی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہتے۔ 1990 سے، توہینِ مذہب کے الزام میں تقریباً 70 افراد ہجوم کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ 40 افراد سزائے موت کے منتظر ہیں یا عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں۔

پاکستان میں توہین مذہب کے خلاف قوانین کے حامیوں کو اُس وقت دھچکا لگا جب سپریم کورٹ نے ایک عدالتی فیصلے کو معطل کر دیا جس میں پیغمبر محمد کے خلاف توہین آمیز اور طنز آمیز 'الفاظ استعمال کرنے پر آسیہ بی بی نامی خاتون کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ فیصلے کی معطلی کے چند منٹ کے بعد ملک بھر میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس نے تمام بڑے شہروں کو مفلوج کر دیا۔ متعصبین نے پرتشدد احتجاجی مظاہرے کیے اور کیس سے وابستہ افراد کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں۔ مظاہرین نے ہر چیز میں رکاوٹ پیدا کی جس سے کاروبار حیات متاثر ہوا اور زیادہ تر تعلیمی ادارے کئی روز تک بند رہے۔

بلوچستان اسمبلی نے ایک مشترکہ قرارداد منظور کی جس میں وفاقی حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ آسیہ بی بی کی رہائی کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دائر کرے۔ جمعیت علمائے اسلام۔ ایف (جے یو آئی-ایف) نے آسیہ بی بی کی رہائی کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالیں، اور لاہور میں متحدہ مجلس عمل (ایم ایم اے) کی ملین مارچ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ابتدائی طور پر حکومت نے ایک مضبوط موقف اختیار کیا تاہم بعد ازاں اس نے مظاہرین کے ساتھ معاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا جس سے اس تاثر کو تقویت ملی کہ اس نے پرتشدد ہجوم کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست عدالت میں زیر التوا تھی، اور سال کے آخر تک آسیہ بی بی کو رہائی نہیں ملی تھی اور اس کے ٹھکانے کا کچھ پتا نہیں تھا۔ اس کے وکیل کو انتہائی دائیں بازو کے انتہا پسندوں کی جانب سے دھمکیاں مل رہی تھیں جس کے باعث اس کی زندگی خطرے میں تھی۔

صرف چند ہزار انتہا پسندوں نے جس آسانی کے ساتھ پاکستان کے بڑے شہروں کو بند کر دیا، لاہور، کراچی اور اسلام آباد کے داخلی اور خارجی راستوں کا کنٹرول سنبھالا، اس سے یہ تشویش پیدا ہوئی کہ ٹرائل کورٹ تو دور کی بات، آیا اعلیٰ عدالت بھی مبینہ توہینِ رسالت کے ملزم کو رہا کرنے کی جرآت کر سکتی ہے؟

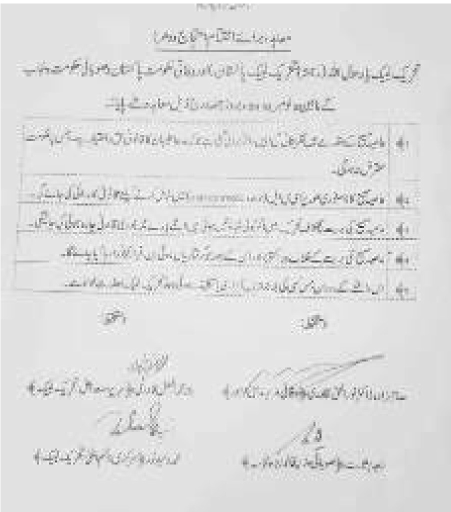

آسیہ بی بی کی رہائی کے خلاف مظاہرے ختم کروانے کے لیے عدالتی فیصلے کے خلاف نظرثانی کرنے کا معاہدہ کیا گیا

ایچ آرسی پی نے انتہائی دائیں بازو کے مذہبی و سیاسی گروہوں کے کینہ پرور ردعمل کی شدید مذمت کی جنہوں نے پرتشدد مظاہرے کیے اور مقدمے سے وابستہ افراد کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں۔ اس نے حکومت پر زور دیا کہ وہ واضح طور پر اعلان کرے کہ کسی بھی جماعت، خاص طور پر تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے مذہبی منافرت کو پروان چڑھانے کی کوشش کو برداشت نہیں کیا جائے گا اور ایسا کرنا قانون کے تحت قابل سزا ہے۔

توہینِ رسالت انتہائی حساس مسئلہ ہے اور قتل پر اکسانے سے پہلے الزامات کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ 23 جنوری کو، چارسدہ کے علاقے شب قدر میں ایک طالب علم نے توہین مذہب کے الزام میں اپنے کالج کے پرنسپل کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب اسکول سے غیر حاضری پر طالب علم کی سرزنش کی گئی۔ وہ نومبر 2017 میں فیض آباد دھرنے میں شرکت کی وجہ سے کالج سے غیر حاضر رہا تھا۔

توہین مذہب کے ملزموں کو اپیلوں کی سماعت ہونے سے پہلے طویل حراست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ توہین مذہب کے مقدمات سے وابستہ وکلاء اور جج خوف کی فضاء میں رہتے ہیں اور انہیں ماورائے عدالت تشدد کے حقیقی خطرات کا سامنا رہتا ہے۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے سابق استاد جنید حفیظ مارچ 2013 سے توہین مذہب کے الزام میں ٹرائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ اس مقدمے کی سماعت کے چند ماہ بعد ان کے وکیل راشد رحمان کو دو نامعلوم مسلح افراد نے ان کے دفتر میں گھس کر قتل کر دیا تھا۔ اس دن سے اب تک، قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ جنید حفیظ کے کیس کو غیر ضروری طور پر چھ مرتبہ ایک عدالتی افسر سے دوسرے کو منتقل کیا جا چکا ہے جبکہ وہ تاحال جیل میں ہیں۔ ان کے وکیل کو ان سے جیل میں علیحدگی میں ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

یکم فروری کو، سوات میں انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے چترال کے علاقے دامیر میں توہین

مذہب کے مقدمے میں گرفتار ایک شخص کو عمر قید اور تین لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ اسی روز، بورے والا پولیس نے ایک شخص کو توہین مذہب کے الزام میں گرفتار کیا۔

توہینِ مذہب کے ملزم ساجد مسیح نے تفتیش کے دوران ایف آئی اے کے اہلکاروں کے ظالمانہ سلوک اور جنسی ہراسانی سے بچنے کے لیے ایف آئی اے بلڈنگ کی چوتھی منزل سے چھلانگ لگا دی۔ اس سے ایک دن پہلے، اس کے نوجوان کزن پطرس مسیح کو اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب ایک ہجوم نے شاہدرہ کراسنگ کو بلاک کر دیا اور اس کو گرفتار کرنے اور اسے سرعام پھانسی دینے کا مطالبہ کیا۔ پطرس مسیح پر اپنے فیس بک پیج پر توہین آمیز مواد اپ لوڈ کرنے کا الزام تھا۔

23 فروری کو، سپریم کورٹ نے توہین مذہب کے ملزم ملک اسحاق کو بری کر دیا جسے 2009 میں گرفتار کیا گیا تھا اور 2011 میں موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ وہ ایک ایسے جرم میں نو سال تک جیل میں رہا جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

3 مارچ کو، ڈسکہ پولیس نے ایک ذہنی طور پر معذور خاتون کو توہین مذہب کے الزامات کے تحت گرفتار کیا اور اسے سیالکوٹ ڈسٹرکٹ جیل منتقل کر دیا۔ وہ حال ہی میں لاہور کے ایک ہسپتال میں دو ماہ گزارنے کے بعد گھر واپس آئی تھی۔

اپریل میں، جڑانوالہ پولیس نے شراب کے نشے میں مدہوش دو افراد کو گرفتار کیا جنہوں نے مبینہ طور پر قرآن پاک کے صفحات جلائے تھے۔

اسی روز اسی شہر میں، ایک شخص نے قرآن کی مبینہ بے حرمتی پر اپنے دوست پر چاقو سے حملہ کر دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ جون میں، مرید کے پولیس نے قرآن کی مبینہ بے حرمتی پر ایک مزدور کو گرفتار کیا۔ جولائی میں، دینا پولیس نے انہی الزامات پر ایک شخص کو گرفتار کیا۔ اگست میں، میر پور خاص پولیس نے ہندو نوجوان کو گرفتار کیا جس پر ایک مقامی امام مسجد نے توہین مذہب کا الزام لگایا تھا۔ پشاور میں خزانہ پولیس نے ستمبر میں مبینہ طور پر قرآن پاک کے صفحات نذرِ آتش کرنے پر ایک شخص کو گرفتار کیا۔ ساہیوال میں ٹھٹھہ صادق آباد پولیس نے اکتوبر میں ایک شخص کو گرفتار کیا اور اسے ملتان جیل منتقل کر دیا جس نے مبینہ طور پر سوشل میڈیا پر توہین آمیز ویڈیو اپ لوڈ کی تھی۔ نومبر میں، گجرات پولیس نے ایک توہین آمیز 'ویڈیو اپ لوڈ کرنے پر جرمنی میں مقیم ایک شخص کے خلاف توہین مذہب کی دفعہ 295-سی کے تحت مقدمہ درج کیا۔ 74 فیصد کے لگ بھگ کیسز کا تعلق پنجاب سے ہے۔

اندرون اور بیرون ملک تنقید کے باوجود، پاکستان کی سیاسی قیادت مذہبی انتہا پسندوں کے خوف کے باعث توہین مذہب کے قوانین میں معمولی سی ترمیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ قانونی ماہرین کا کہنا ہے کہ توہین مذہب کے قوانین میں کئی قانونی خامیاں موجود ہیں۔

مثبت پیش رفتیں

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے سفارش کی کہ درسی کتب میں اقلیتوں سے متعلق تمام مواد پر

نظرثانی کی جائے اور تجویز دی کہ مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے کسی بھی قسم کے مواد کو نصاب سے نکالا جائے۔

ایک ہندو شخص مہیش کمار ملانی پہلے غیر مسلم تھے جو 2002 کے قانونی فریم ورک میں ترمیم کے بعد قومی اسمبلی کی عام نشست پر کامیاب ہوئے۔ مارچ میں سینیٹ کے انتخابات کے دوران، تھرپارکر سے تعلق رکھنے والی کرشنا کماری پہلی ہندو خاتون تھیں جو سندھ میں خواتین کی مخصوص نشست پر سینٹ کی رکن منتخب ہوئیں۔

وزیر زادہ کیلاش سے تعلق رکھنے والے پہلے قانون دان ہیں جو خیبر پختونخوا اسمبلی میں اقلیتوں کی مخصوص نشست پر کامیاب ہوئے۔ کیلاش پاکستان کی سب سے چھوٹی نسلی و مذہبی برادری ہے۔

پنجاب حکومت نے اقلیتوں کی خودمختاری کے پیکیج ' کا اعلان کیا ہے جس میں ملازمتوں اور تعلیمی کوٹے پر عمل درآمد، سزا میں کمی/ معافی کا نظام، مہارت میں اضافے کی تربیت، نئی پاکستان ہاوسنگ اسکیم میں کوٹہ، سرکاری اسکولوں میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم، اور اقلیتوں کی شادی کے اندراج کے لیے ضمنی قوانین پر عمل درآمد شامل ہے۔

مارچ 2018 میں پنجاب اسمبلی نے سکھوں کی شادیوں کو باضابطہ بنانے کے لیے متفقہ طور پر ایک تاریخی بل منظور کیا۔

ایچ آر سی پی اِس وقت سپریم کورٹ میں مفاد عامہ کے ایک مقدمے (پی آئی ایل) کی پیروی کر رہا ہے تاکہ سپریم کورٹ کے جون 2014 کے فیصلے پر عمل درآمد کرایا جاسکے جس میں عدالت نے ملک کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی۔ سپریم کورٹ نے ایک کمیٹی قائم کی ہے جو اس فیصلے پر عمل درآمد سے متعلق

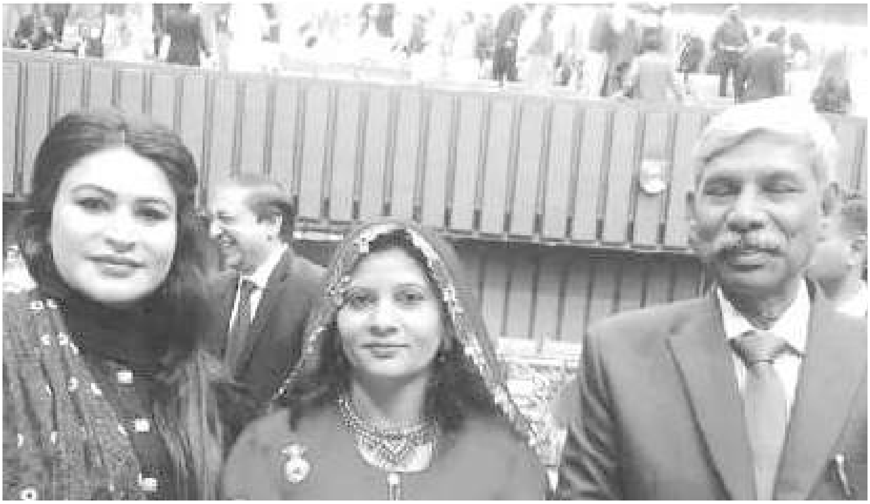

کرشنا کماری (بیچ میں) سینیٹ کا رکن منتخب ہونے والی پہلی تھری ہندو

ایک رپورٹ جمع کرائے گی۔ اس فیصلے میں اسکولوں کے نصاب میں مذہبی اقلیتی گروہوں کے خلاف امتیاز کے مسئلے کو بھی اجاگر کیا گیا ہے اور پی آئی ایل کے تحت قائم کی گئی کمیٹی اس بات کا جائزہ لے گی کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں۔

سفارشات

- ☆ تیسرے عالمی سلسلہ وار جائزے (یو پی آر) میں پیش کی گئی ان سفارشات کو منظور کیا جائے اور ان پر عمل درآمد کیا جائے جن میں مذہبی اقلیتوں اور مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔
- ☆ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں کہ مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں اور مذہبی اہمیت کے حامل مقامات کا جہاں تک ممکن ہو سکے تحفظ کیا جائے۔
- ☆ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ توہین مذہب کے الزامات کو ذاتی جھگڑے نبٹانے یا کسی بھی پاکستانی شہری کے انسانی حقوق کی پامالی کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔
- ☆ اسلام آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو کالعدم قرار دیا جائے جس میں اس نے سرکاری و نیم سرکاری ملازمت کے لیے درخواست دینے والوں کے لیے عقیدے کے اعلان کو لازمی قرار دیا ہے۔
- ☆ ان گروہوں اور افراد کے خلاف ایک واضح اور یکساں موقف اپنایا جائے جو ریاست کو مذہب اور اقلیتوں کے حقوق سے متعلق معاملات میں مجبور کرنے کے لیے پرتشدد اور ماورائے عدالت طریقے اختیار کرتے ہیں۔

بنیادی آزادیاں

اظہار رائے کی آزادی

ہر شہری کو تقریر کرنے اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ پریس آزاد ہوگا۔ یہ آزادیاں ان معقول پابندیوں کے تابع ہوں گی، جو عظمت اسلام، ملک کی سالمیت یا ملکی دفاع یا غیر ممالک سے دوستانہ تعلقات یا امن عامہ یا اخلاقیات کے تحفظ یا توہین عدالت یا جرم کے ارتکاب کو روکنے، یا اس کی ترغیب کے امکانات کے پیش نظر قانون کے مطابق عائد کی جائیں گی۔

آئین پاکستان

[آرٹیکل-19]

قانون کے ذریعے عائد کردہ ضابطے اور مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات کی معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔

[آرٹیکل-19(الف)]

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور ظاہر کرنے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ، بغیر کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہ سکے اور جس ذریعے سے بھی چاہے، ملکی سرحدوں سے بالاتر ہو کر خیالات و معلومات کی جستجو کر سکے، وصول کر سکے، ارسال کر سکے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

[آرٹیکل-19]

2018ء میں، خاص طور پر انتخابات کے دوران، افراد اور اظہار رائے کی اجتماعی آزادی پر عائد کی جانے والی پابندیاں شدید تشویش کا باعث رہیں۔ میڈیا کوریج کو کئی مرتبہ روکا گیا اور خاص طور پر حکومتی سیکیورٹی اور انٹیلی جنس ایجنسیوں اور جنگجوؤں کی زیادتیوں سے متعلق رپورٹنگ کے حوالے سے دھونس، دھمکی اور خوف کی فضاء قائم رہی۔

حکام میڈیا گروپس پر دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ مخصوص معاملات کی کوریج سے گریز کریں، صحافیوں کو خود پر سنسر شپ عائد کرنے پر مجبور کیا گیا، اور کیبل آپریٹرز کو ایسے چینلز نشر کرنے سے روک دیا گیا جنہوں نے تنقیدی پروگرام نشر کیے تھے۔

افراد اور تنظیموں دونوں کو ہی اظہار رائے پر پابندیوں کے دائرے میں شامل کر لیا گیا۔ سرکاری اداروں کی جانب سے مختلف این جی اوز کو دھمکانے، ہراساں کرنے اور ان کی کڑی نگرانی کرنے کی کئی اطلاعات موصول ہوئیں۔

کھلم کھلا جبر کو قومی سلامتی کے معاملات سے منسوب کیا گیا۔ تاہم، زیادہ تر کیسز میں، ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کی جانب سے مداخلت اور دھمکیوں کے واقعات کا سرکاری طور پر اعتراف نہیں کیا گیا اور کسی کو بھی ذمہ دار ٹھہرانے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ ایک مرتبہ پھر، یہ بات واضح تھی کہ ریاستی ایجنسیاں سزا سے استثنا کے ساتھ کارروائیاں کر رہی تھیں اور شہریوں کی اظہار رائے اور معلومات کی آزادی کو حقیقی معنوں میں خطرہ لاحق تھا۔

معلومات کا حق

ستمبر میں، پنجاب کے وزیر اطلاعات نے ایک غیر رسمی تعاملی اجلاس میں صحافیوں کو بتایا کہ پنجاب میں جلد ہی معلومات کے حق کا ایکٹ نافذ کیا جائے گا تاکہ میڈیا کو مطلوبہ معلومات تک رسائی میں آسانی ہو۔ وزیر اطلاعات نے تسلیم کیا کہ صحافت ریاست کا چوتھا ستون ہے اور قوم کی تعمیر میں اس کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سندھ کی صوبائی اسمبلی نے 13 مارچ 2017ء کو سندھ شفافیت اور معلومات کے حق کا ایکٹ منظور کیا اور 8 اپریل 2017ء کو اسے گورنر کی منظوری حاصل ہوئی۔ خیبر پختونخوا معلومات کے حق کا ایکٹ 2013ء میں منظور کیا گیا تھا۔ اپریل 2018ء میں یہ اطلاع ملی کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے معلومات کے حق کا ایکٹ 2018ء کی منظوری دے دی تھی جسے حتمی منظوری کے لیے صوبائی کابینہ کے سامنے پیش کیا جانا تھا۔

انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ، ایڈووکیسی اینڈ ڈویلپمنٹ (ایراڈا) نے شفافیت، احتساب اور معلومات تک رسائی میں رکاوٹ: فعال انکشاف، غیر فعال حکومت' کے عنوان سے ایک تحقیق کا انعقاد کیا اور اسے معلومات تک رسائی کے عالمی دن (28 ستمبر) کے موقع پر شائع کیا۔ رپورٹ کے مطابق، وفاقی وزارتوں نے 39 اقسام کی معلومات فراہم نہیں کی تھیں جو وفاقی معلومات تک رسائی کے حق کے ایکٹ 2017ء کے تحت درکار تھیں۔ 17 وزارتوں نے ویب سائٹس تشکیل نہیں دی تھیں، اور 29 نے پیشگی تشہیر کی شق پر عمل درآمد کے حوالے سے انتہائی ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

رپورٹ شائع کرتے وقت ایراڈا کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر نے کہا کہ ''معلومات کا حق شہریوں کو اختیار دیتا ہے کہ وہ تمام مسلمہ حقوق سے مستفید ہو سکیں اور دیگر حقوق کا دعویٰ کر سکیں۔ یہ حکومتوں اور سرکاری ایجنسیوں کو بھی جوابدہ اور شفاف بناتا ہے۔ شہریوں کو سرکاری دستاویزات کے حصول کی اجازت دینا بدعنوانی کا مقابلہ کرنے کے ایک اہم ذریعے کا کردار ادا کرتا ہے، جس سے شہریوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ عوامی زندگی میں بھرپور حصہ لے سکیں، اس سے حکومتیں زیادہ موثر طور پر کام کرتی ہیں، سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور لوگوں کو اپنے بنیادی حقوق سے مستفید ہونے میں مدد ملتی ہے۔''

عوام کو معلومات کی آزادانہ فراہمی میں سرکاری ہچکچاہٹ کے غیر متوقع نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ ایک ایسی اشاعت ہے جس کا تعلق زیر جائزہ سال کے دوران ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال سے ہے جو حقائق پر مبنی معلومات، خبروں، رپورٹس، اور حتیٰ کہ حکومت کے اپنے جاری کردہ اعداد و شمار پر مبنی ہے۔

'سالانہ رپورٹ 2017ء میں انسانی حقوق کی صورتحال' کی رونمائی کے محض تین دن بعد، ایڈیٹر کے گھر پر مسلح چھاپہ مارا گیا جسے چوری کا رنگ دیا گیا۔ ایک گھنٹے تک جاری رہنے والے دورے میں، ان کے فون، لیپ ٹاپ، اور ہارڈ ڈرائیو قبضے میں لے لی گئیں اودستاویزات کی چھان بین کی گئی۔ ان سے ان کی ذاتی اور پیشہ ورانہ حیثیت، بشمول ان کے مذہب اور ذات سے متعلق سوالات پوچھے گئے اور ان سے یہ بھی پوچھا گیا کہ انہیں معاوضہ کون دے رہا تھا۔ ان کے زیورات اور نقدی بھی قبضے میں لے لی گئی۔ پولیس نے اعتراف کیا کہ یہ عام چوری کی واردات نہیں تھی۔ پولیس نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ ایف آر درج نہ کرائیں۔ واقعے کی تحقیقات نہیں کی گئیں اور حکام کو لکھے گئے رسمی خطوط کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

میڈیا پر پابندیاں

انتخابات سے پہلے ایسے کئی واقعات سامنے آئے جن سے اظہار رائے کی آزادی کو لاحق خطرات کے تشویش ناک رجحان کی نشاندہی ہوتی تھی۔ مئی میں پریس کونسل آف پاکستان (پی سی پی) نے ڈان کی جانب سے سابق وزیراعظم نواز شریف کے انٹرویو کی اشاعت کو ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف ایک نوٹس جاری کیا۔ ڈان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سرل المیڈا کے علاوہ نواز شریف اور سابق وزیراعظم شاہد خاقان عباسی کو غداری کے مقدمے میں نامزد کیا گیا۔ المیڈا کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا اور ان کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) میں ڈال دیا گیا۔ بعدازاں ان کے خلاف مقدمہ واپس لے لیا گیا اور ان کا نام ای سی ایل سے ہٹا دیا گیا۔

صحافی نیشنل پریس کلب میں صحافت کی آزادی پر پابندیوں اور ڈان کی ترسیل پر پابندیوں کے خلاف احتجاج کے دوران سیاہ پرچم لہراتے ہوئے

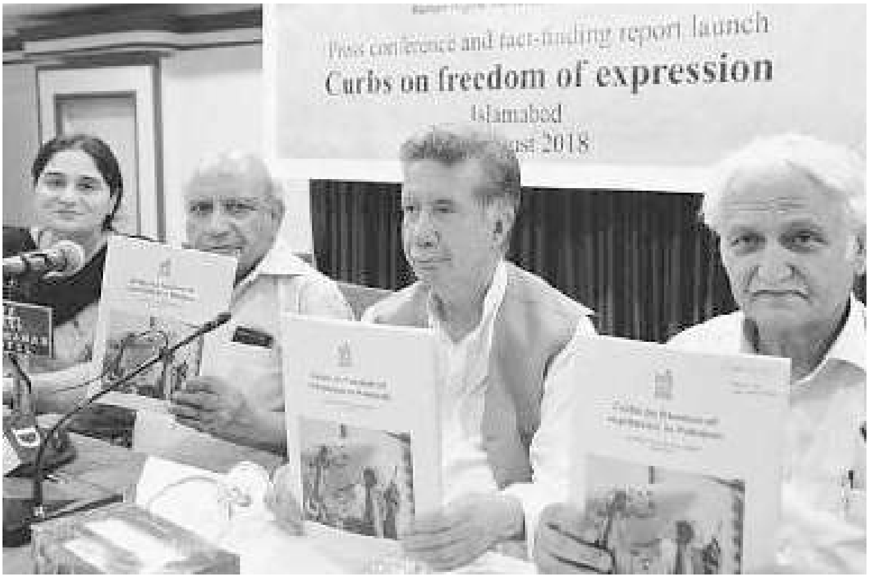

ایچ آر سی پی کو پرنٹ والیکٹرانک ذرائع ابلاغ سے کئی شکایات ملیں کہ اظہار رائے کی آزادی میں مداخلت کی جارہی ہے

نوٹس جاری ہونے کے بعد کنٹونمنٹ کے علاقوں میں ڈان اخبار کی تقسیم روک دی گئی اور اس کے نیوز چینل کی نشریات بند کردی گئی۔ ایچ آر سی پی نے اس اقدام کی یہ کہتے ہوئے مذمت کی کہ 'ایسی پابندیاں پریس کو ہراساں کرنے کے مترادف ہیں اور یہ اظہار رائے کی آزادی کی کم ہوتی گنجائش کے لیے مزید تباہی کا باعث ہیں'۔

جولائی میں، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نے ڈان کی حمایت میں ملک بھر میں احتجاجی کیمپس لگائے جن میں صحافیوں، سیاست دانوں، وکلاء اور سول سوسائٹی کے کارکنوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

یورپی یونین کے انتخابی جائزہ کار مشن برائے پاکستان نے انتخابات کے بعد ایک رپورٹ شائع کی جس نے اظہار رائیکی آزادی میں نمایاں تخفیف کی نشاندہی کی۔

اطلاعات کے مطابق، میڈیا پر یہ دباؤ بھی ڈالا گیا کہ وہ ایسے ملازمین کو فارغ کردیں جو پاکستانی اسٹیبلشمنٹ پر تنقید کرتے تھے۔ پرائم ٹائم نیوز شوز کے میزبانوں طلعت حسین، مرتضیٰ سولنگی، مطیع اللہ جان، اور نصرت جاوید یا تو مستعفی ہوگئے یا انہیں اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

انتخابات سے پہلے کے مہینوں میں، ایچ آر سی پی کو پرنٹ اور براڈ کاسٹ میڈیا کے صحافیوں کی جانب سے اظہار رائے کی آزادی میں مداخلت کی لاتعداد شکایات اور ڈان اخبار کی تقسیم میں غیر قانونی مداخلت کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ اس کے جواب میں، ایچ آر سی پی نے ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ کا انعقاد کیا جس کے حقائق نے میڈیا پر عائد وسیع پابندیوں کی اطلاعات کی تصدیق کی۔ یہ رپورٹ جولائی میں شائع ہوئی۔

اخبارات کی تقسیم کا معاملہ (پرنٹ میڈیا)

ایچ آر سی پی کی جانب سے بلوچستان، پنجاب، اور سندھ میں ڈسٹری بیوٹرز کے ساتھ کیے گئے انٹرویو ڈان کے ان الزامات کی تائید کرتے ہیں کہ فوج سے وابستہ تجارتی اداروں اور رہائشی علاقوں میں اخبارات کی تقسیم میں رکاوٹوں اور بندش کے کاروبار سنگین اثرات مرتب ہوئے۔ 12 مئی 2018ء کو سابق وزیر اعظم نواز شریف کے ایک انٹرویو کی اشاعت کے بعد سیلز ایجنٹوں نے الزام لگایا کہ کم از کم 20 ہدف شدہ شہروں، خاص طور پر کینٹونمنٹ کے علاقوں اور فوج کے دفاتر اور اسکولوں میں، ڈان کی تقسیم رکاوٹوں کا شکار رہی۔ ہاکرز کو فوجی اہلکاروں کی جانب سے ہراسانی، دھمکیوں اور جسمانی جبر کا اس وقت مسلسل سامنا رہا جب وہ ڈان کی کاپیاں اس کے باقاعدہ قارئین کو پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کم از کم دو ڈسٹری بیوٹرز نے اس بات کی تصدیق کی کہ انہیں قارئین سے متعلق معلومات فراہم کرنے کو کہا گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ، اشتہارات یا تو واپس لے لیے گئے یا بند کر دیے گئے۔ ڈان نے بتایا کہ اکتوبر 2016ء سے اب تک اسے آئی ایس پی آر کے دائرہ کار میں آنے والے اداروں، بشمول ڈی ایچ اے اور دیگر تجارتی اداروں کی جانب سے اشتہارات پر مکمل پابندی کا سامنا رہا۔

سال کے دوران، اشتہارات سے حاصل ہونے والی آمدنی میں کمی یا دیگر مالی پابندیوں کی وجہ سے میڈیا کے متعدد اداروں کو اپنے ملازمین میں کمی کرنا پڑی یا اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔ اس کے نتیجے میں میڈیا کے سینکڑوں ملازمین کو اپنی نوکریوں سے محروم ہونا پڑا (لیبر بھی ملاحظہ کریں)۔

نشریات کا معاملہ (براڈ کاسٹ میڈیا)

حکومت اور پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کو لسانی پشتونوں کی جانب سے جبری گمشدگیوں اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کے خلاف چلائی گئی ایک پرامن تحریک، جو پی ٹی ایم کے نام سے جانی جاتی ہے، کا بلیک آؤٹ کرنے پر شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت پر پاکستان میں سب سے زیادہ دیکھے جانے والے نیوز چینل جیو ٹی وی کے سگنل ایک ماہ سے زائد عرصے تک بند کرنے کا بھی الزام عائد کیا گیا۔

ایچ آر سی پی نے کم از کم ایسے تین واقعات کو قلمبند کیا جن میں پنجاب اور گلگت–بلتستان کے کیبل آپریٹرز نے کہا کہ انہیں چند چینلز کی نشریات بند کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ہر کیس میں، انہیں ایسے افراد کی جانب سے ٹیلی فون کالز موصول ہوئیں جو خود کو ریاستی یا انٹیلی جنس ایجنسی کا اہلکار بتاتے تھے۔ انہیں خبردار کیا جاتا کہ وہ جیو ٹی وی کو چینلوں کی فہرست سے خارج کر دیں یا اسے آخری نمبروں پر لے جائیں، تاکہ اس تک رسائی آسان نہ ہو۔ انٹرویو دینے والے تمام افراد نے کہا کہ ان کے پاس عمل درآمد کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ ان کے کاروبار کو یا تو بند کر دیا جائے گا یا اس پر حملہ کیا جائے گا۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے یقینی کی کیفیت اور ایسے نامور ٹیلی

ویڑن چینل کی جانب سے اخراجات میں کمی سے متعلق اقدامات نے چھوٹے ٹی وی چینلز کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے پاس ہدایات پر عمل کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

صحافتی امور سے متعلق ہدایات اور دھمکیاں

ایچ آر سی پی کو انٹرویو دینے والے متعدد افراد نے صحافتی امور سے متعلق دی جانیوالی زبانی ہدایات کے بارے میں بتایا۔ یہ ہدایات یا تو ٹیلی فون یا ملاقات کے ذریعے دی گئیں۔ ان ہدایات میں عام طور پر کہا جاتا کہ کیا شائع یا نشر کرنا ہے اور کیا نہیں۔ جن ممنوعہ موضوعات کا حوالہ دیا جاتا ان میں لاپتا افراد، پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم)، بلوچ علیحدگی پسند اور انسانی حقوق کے کارکن جیسے کہ ماما قدیر، پاناما ٹرائل اور نیب ریفرنس، نواز شریف کی نااہلی اور گرفتاری، عدلیہ کے کسی بھی متنازعہ فیصلوں کے تذکرے، عدالیہ کا اختیارات سے تجاوز کرنا، اور مسلح افواج سے متعلق سوالات شامل تھے۔ انٹرویو دینے والے کچھ افراد نے دعویٰ کیا کہ دیگر ممنوعہ موضوعات میں پی ٹی آئی جماعت پر تنقید بھی شامل تھی۔

اطلاعات کے مطابق نشریاتی میڈیا کو دی جانے والی ایک اور عام ہدایت یہ تھی کہ چینلز کو پی ٹی آئی کی ریلیوں کو زیادہ اور دیگر جماعتوں کی تقریبات کو کم سے کم کوریج دینی چاہئے۔ دیگر معاملات میں قومی سلامتی کے معاملات کی کوریج، ادارتی پالیسیوں اور حتیٰ کہ رپورٹرز کے ذرائع سے متعلق سوالات شامل تھے۔

انٹرویو دینے والے پرنٹ اور براڈ کاسٹ میڈیا دونوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا کہنا ہے کہ صحافتی امور سے متعلق ہدایات سول بیوروکریٹس، ڈائریکٹر جنرل پریس و اطلاعات کی جانب سے یا براہ راست آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری کی گئیں۔ یہ ہدایات اکثر مینجمنٹ کے ذریعے دی جاتی تھیں۔ بعض دفعہ ریاستی یا انٹیلی جنس ایجنسیوں نے چینل یا اخبار کے مالکان سے براہ راست رابطہ کیا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر انہوں نے چند شرائط کی پابندی نہ کی تو ان کے چینل/ اشاعت یا ادارے پر نیب یا ایف آئی کے مقدمات قائم کر دیے جائیں گے یا ان کے اشتہارات روک دیے جائیں گے۔ عدم تعمیل کا عام طور پر نتیجہ یہ نکلتا کہ سوشل میڈیا کے گمنام اکاؤنٹس اور سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارمز کے ذریعے ان کی کردار کشی کی جاتی اور میڈیا کے افراد کے خلاف تشدد پر اکسایا جاتا، جبکہ خواتین کے معاملے میں، جنسی زیادتی کی دھمکیاں دی جاتیں۔ گلگت – بلتستان کے ایڈیٹروں اور رپورٹرز نے صحافتی امور سے متعلق ہدایات موصول ہونے اور عدم تعمیل کی صورت میں سنگین نتائج، بشمول گرفتاری، تشدد یا موت کی دھمکیاں دیے جانے کی تصدیق کی۔ ان میں سے زیادہ تر افراد کا کہنا ہے کہ انہیں خبردار کیا گیا کہ وہ قوم پرستوں کو کوریج نہ دیں اور ریاستی اداروں اور سرکاری شعبوں کے بارے میں تنقیدی رپورٹنگ نہ کریں۔ ایک واقعے میں، ایک ناشر اور ایڈیٹر کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا۔ انہوں نے ہدایت پر عمل درآمد نہیں کیا تھا۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور وہ تاحال جیل میں ہیں۔

آزادانہ صحافت کو لاحق خطرات

حقیقی جبر اور دھمکی کے ذریعے، یا انتقامی کارروائی کے خوف کے باعث خود پر عائد کی گئی سنسرشپ کی وجہ سے معروضی صحافت کو کئی رکاوٹوں کا سامنا رہا۔ عملے کے کچھ اراکین نے یا تو کام کرنے سے انکار کر دیا یا پھر ملازمت ہی چھوڑ دی، جس کی وجہ سے اخبار کی انتظامیہ جو پہلے ہی کیا شائع کرنا ہے اور کیا نہیں سے متعلق دھمکی آمیز سرکاری ہدایت اور مذہبی انتہاپسندوں اور قوم پرست یا سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں کو رپورٹ نہ کرنے کی صورت میں ان کے کارندوں کی جانب سے دھمکیوں میں جکڑی ہوئی تھی، پر بوجھ مزید بڑھ گیا۔

پاکستان میں میڈیا کی آزادی سے متعلق ادارے فریڈم نیٹ ورک کی جانب سے مئی میں آزادی صحافت کے عالمی دن کے موقع پر شائع ہونے والی رپورٹ، پریس فریڈم بیرومیٹر 2018ء نے چاروں صوبوں، اسلام آباد اور قبائلی علاقہ جات میں صحافیوں اور میڈیا گروپس کے ساتھ 150 خلاف ورزیاں ریکارڈ کیں۔ یہ خلاف ورزیاں یکم مئی 2017 اور یکم اپریل 2018 کے درمیان ریکارڈ کی گئیں۔ ایک ماہ میں خلاف ورزیوں کے اوسطاً 15 واقعات پیش آئے اور ان میں سرکاری طور پر نافذ کردہ سنسرشپ، اور ریاستی اور غیر ریاستی عناصر، اور سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی جانب سے، تحریری یا زبانی دھمکیاں، قتل، ہراسانی، گرفتاریاں، اغواء، غیر قانونی حراست، اور جسمانی حملے شامل تھے۔

رپورٹ میں کہا گیا کہ 39 فیصد حملوں میں، متاثرین اور ان کے خاندانوں نے ریاستی اداروں کے کسی نہ کسی طرح ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا۔ دیگر مشتبہ افراد میں سیاسی جماعتیں، مذہبی عناصر، جرائم میں ملوث عناصر، اور دھمکیوں کے نامعلوم ذرائع شامل تھے۔

سال کے بقیہ حصے کے دوران، جارحانہ اور دھمکی آمیز حربوں کی اطلاعات تواتر کے ساتھ موصول ہوتی رہیں۔ صحافی اور سماجی کارکن، اور فوج کی ناقد، گل بخاری کو جون میں لاہور سے چند نامعلوم افراد نے اغواء کیا اور چند گھنٹوں بعد چھوڑ دیا۔ اسی رات لاہور میں ایک نشریاتی ادارے کے صحافی اسد کھرل پر نقاب پہنے افراد نے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ جولائی میں ناروے کے ایک صحافی قذافی زمان کو پولیس نے اس وقت گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا جب وہ ایک ریلی کی کوریج کر رہے تھے۔ انہیں تین دن کے بعد رہا کیا گیا۔

ڈیجیٹل میڈیا کڑی نگرانی کی زد میں

ایچ آر سی پی کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ سوشل میڈیا استعمال کرنے، خاص طور پر ریاستی پالیسیوں پر تنقید کرنے والوں کو دی جانے والی ہدایات میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ فوج کی پالیسیوں پر تنقید یا انتہاپسندوں کے تشدد پر گفتگو کے واقعات میں آئی ایس پی آر اور سول ایجنسیوں جیسے کہ ایف آئی اے کی جانب سے ہدایات میں شدت آ گئی۔ سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کو مبینہ طور پر ان کی آن لائن سرگرمیوں کے حوالے سے سماعت کے لیے

طلب کیا گیا، حالانکہ انہیں کوئی سرکاری احکامات موصول نہیں ہوئے تھے۔ براہ راست درخواستیں کوئی مخصوص ٹویٹ کے ذریعے بھیجا گیا پیغام حزف کرنے کے حوالے سے موصول ہوتی تھیں۔ ایک بار قابل اعتراض 'ٹویٹس کی اطلاع دینے کی درخواست کی گئی۔

جنوری 2018 میں، ایک سوشل میڈیا صارف کو اغواء کرنے کی کوشش کی گئی تاہم وہ بچنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس دوران ان کی سفری دستاویزات، لیپ ٹاپ اور فون چھین لیا گیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ جلاوطن ہوگئے۔ بعدازاں، انہوں نے سنسرشپ کو بے نقاب کرنے سے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے 'سیف نیوز روم' نامی ویب سائٹ تشکیل دی، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ ویب سائٹ بلاک کردی گئی۔

اپریل 2018ء میں پی ٹی ایم کی ریلی سے ایک دن پہلے لاہور میں ایک اور خاتون سوشل میڈیا صارف کو حراست میں لے لیا گیا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ انہیں بندوق کے بٹ مارے گئے اور دھکا دیا گیا جس سے ان کا سر دیوار سے جالگا۔ انہیں غدار کہا گیا اور لاہور میں محکمہ انسداد دہشت گردی کے ہیڈ کوارٹر میں رات بھر قید تنہائی میں رکھا گیا۔ بعدازاں، مئی 2018ء میں کراچی میں پی ٹی ایم کی ریلی سے تین دن پہلے ان کے کمپیوٹر پر ایک ویڈیو لنک کے ذریعے مالویئر سے حملہ کیا گیا اور اسی عرصہ کے دوران ان کا انٹرنیٹ ڈیٹا ایک ماہ تک بلاک رہا۔

جولائی میں عام انتخابات سے پہلے موبائل سروس بند ہونے کے بعد، ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن (ڈی آر ایف) اور 'بولو بھی' نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں نگران حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ موبائل نیٹ ورکس کے بلاتعطل جاری رہنے اور ڈیجیٹل رسائی کو یقینی بنائے، اور لوگوں کی آزادی رائے کے ساتھ ساتھ انجمن سازی کے حق کا تحفظ کرے۔ بیان میں کہا گیا کہ، 'انٹرنیٹ کی بندش قومی سلامتی کے حوالے سے یا دہشت گردی کے خلاف سودمند ثابت نہیں ہوئی۔ درحقیقت، یہ ان لوگوں میں بے افراتفری کو فروغ دیتے ہیں جو اپنے آزادی رائے کے بنیادی حق، جس کی ضمانت اقوام متحدہ کے عالمی منشور اور آئین پاکستان کی آرٹیکل 19 میں دی گئی ہے کی خلاف ورزی سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، جبکہ ایسے اقدامات کو اسلام آباد ہائی کورٹ (آئی ایچ سی) بھی سال کے شروع میں غیرقانونی قرار دے چکی ہے۔

فریڈم ہاؤس کی نومبر کے شروع میں جاری ہونے والی رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ 2018 میں پاکستان کی انٹرنیٹ آزادی کی درجہ بندی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ ملک کی انٹرنیٹ آزادی کی صورتحال کا منفی سکور 100 میں سے 73 رہا (100 سکور بدترین شمار کیا جاتا ہے)، جو صرف سعودی عرب اور چین سے تھوڑا سا بہتر ہے۔ انٹرنیٹ کی بندش، ایک غیر واضح سائبر قانون، اور سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں کے خلاف سائبر حملوں کو ایسے عوامل قرار دیا گیا جنھوں نے موجودہ خرابی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ انتخابات سے پہلے سیاسی رائے کو پابندیوں کا سامنا رہا۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ انتخابات سے پہلے سیاسی جماعتوں کی حمایت کرنے والے کچھ افراد انٹرنیٹ پر غلط معلومات پھیلا رہے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ حکومت نے قومی سلامتی کو انٹرنیٹ کی بندش اور سوشل میڈیا کے

علاوہ دیگر پلیٹ فارمز پر پابندیوں کے جواز کے طور پر استعمال کیا۔ سوشل میڈیا پر غلط معلومات پھیلانے والی مہمات نے آف لائن مقامات پر بھی شدید اثرات مرتب کیے۔

رپورٹ میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی کہ انٹرنیٹ پر اظہار رائے کی بناء پر انٹرنیٹ صارفین کو گرفتاری اور ایذادہی کے علاوہ حراست کے دوران ایذارسانی اور جنسی تشدد کا مسلسل سامنا رہا۔ رپورٹ میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں، ان کے اکاؤنٹس اور آلات پر تکنیکی حملوں کی شکایات کا مفصل ذکر کیا گیا۔ این جی اوز، حریف گروہوں اور کارکنوں کی ویب سائٹس کو بھی نشانہ بنایا گیا۔

رپورٹ کے بنیادی مشاہدوں میں سے ایک سابقہ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) اور بلوچستان کے کچھ حصوں میں انٹرنیٹ کی مسلسل بندش تھی۔

رپورٹ میں اس بات کی بھی مذمت کی گئی کہ فوجی اسٹیبلشمنٹ پر تنقید کی بناء پر میڈیا نے اختلاف رائے اور سماجی تحریک کی قوتوں کا بلیک آؤٹ جاری رکھا۔

مشکلات میں گھرے میڈیا کا مستقبل؟

نئی حکومت نے اعلان کیا کہ ریاست کے ماتحت نیوز ادارے سے سیاسی سنسرشپ ہٹالی گئی ہے۔ ٹویٹر پر جاری ہونے والے ایک بیان میں وزیر اطلاعات نے کہا کہ پاکستان ٹیلی وژن (پی ٹی وی) اور ریڈیو پاکستان اپنے تیار کردہ مواد کے حوالے سے مکمل ادارتی آزادی کے قابل ہوں گے۔

ایسے اعلانات سابق حکومت نے بھی کیے تھے لیکن پی ٹی وی ایک غیر جانبدار چینل نہیں سمجھا جاتا۔ یہ حکومت کی زیر ملکیت ہے، اور ادارے اور ادارتی مواد کا انتظامی کنٹرول حکمران جماعت کے پاس ہے۔

انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ (آئی پی آئی) نے اس اعلان کا خیر مقدم کیا اور یہ بھی یاد دلایا کہ پاکستان میں میڈیا کو اخبارات کی فروخت اور تقسیم کے حوالے سے شدید دھمکیوں اور پابندیوں کے علاوہ انتظامیہ کی جانب سے ٹیلی وژن نشریات کی بندش کا سامنا ہے۔

آئی پی آئی نے انتخابات سے پہلے اور انتخابات کے بعد وزیر اعظم کو خط لکھا تھا جس میں اس نے پاکستان میں پریس کی آزادی کی تنزلی پر شدید تشویش کا اظہار کیا تھا۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد، وفاقی وزیر اطلاعات نے موجودہ میڈیا ریگولیٹری اداروں کی جگہ ایک 'پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی' کے قیام کا ذکر کیا جس پر ملے جلے ردعمل کا اظہار کیا گیا کہ آیا یہ اقدام میڈیا کی صنعت میں مثبت تبدیلیوں کی جانب اشارہ کرتا تھا یا پھر یہ میڈیا پر ریاستی کنٹرول میں اضافہ کرنے کی ایک کوشش تھی۔

دی کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز (سی پی این ای) نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ میڈیا سے متعلق کوئی بھی قانون سازی کرنے سے پہلے ایڈیٹروں، صحافیوں، ناشروں اور دیگر شراکت داروں سے مشورہ کرے۔

صحافی اپنے ساتھیوں کے قتل کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں

سی پی این ای نے کہا کہ 'میڈیا سے متعلق خصوصی قوانین کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میڈیا کو عام قوانین کے ذریعے باضابطہ بنایا جاسکتا ہے'۔ اس نے مزید کہا کہ بہتر ہے کہ اطلاعات کے موضوع کو اٹھارہویں ترمیم کے تحت صوبوں پر چھوڑ دیا جائے۔

پریس کونسل آرڈیننس، پریس، نیوز پیپرز، نیوز ایجنسیز اینڈ بکس رجسٹریشن آرڈیننس 2002 کی جگہ ایک مسودہ قانون 2017 میں پی ایم ایل-این کی حکومت نے بھی تجویز کیا تھا۔ اس اقدام کا مقصد ایک پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کا قیام تھا۔ پریس حلقوں کی جانب سے شدید مخالفت کے باعث مجوزہ قانون مؤخر کر دیا گیا۔

اکتوبر تک، نئے قانون کے مقصد کے حوالے سے خدشات بڑھتے رہے۔ وزیر اطلاعات نے اعلان کیا کہ پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کا مسودہ قانون، جس کے تحت موجودہ ریگولیٹری اداروں کو یکجا کیا جانا تھا، پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کی نگرانی کرے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ نئے قانون کے تحت کوئی بھی شخص کسی کی ساکھ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس اقدام کو ایک ایسے حربے کے طور پر دیکھا گیا جس کا مقصد ممکنہ طور پر میڈیا پر پابندیاں نافذ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ، مجوزہ اتھارٹی کے اختیارات سے متعلق معلومات کی کمی نے بے چینی میں مزید اضافہ کیا۔

سال کے آخر تک یہ بے چینی جائز دکھائی دیتی تھی۔ وائس آف امریکہ (وی او اے) کی اردو اور پشتو ویب سائٹس کو پاکستان میں بلاک کر دیا گیا۔ اگرچہ پشتو ویب سائٹ کچھ ماہ پہلے بند کی گئی تھی، دسمبر میں اردو ویب سائٹ بھی قابل رسائی نہ رہی۔ وائس آف امریکہ کے ایک عہدے دار کے مطابق، یہ پابندی ایک بین الاقوامی نیوز ادارے

کی جانب سے خیبر پختونخوا میں پشتون تحفظ موومنٹ کی ریلی کی کوریج کے بعد لگائی گئی۔ وی او اے کی انگریزی ویب سائٹ نے وزیر اطلاعات کے ایک بیان کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ کارروائی 'جھوٹی اور متعصّبانہ رپورٹنگ' کی بناء پر کی گئی تھی، جس سے، ان کے مطابق، مبینہ طور پر ایک واحد بیانیہ فروغ پا رہا تھا جبکہ ملک میں ہونے والی دیگر مثبت پیش رفتیں نظر انداز ہو رہی تھیں۔

دسمبر کے آخر میں، پریس کونسل آف پاکستان (پی سی پی) نے آل پاکستان نیوز پیپرز ایسوسی ایشن، کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس، پاکستان بار کونسل، اور پاکستان کمیشن برائے حقوق نسواں کے ساتھ ایک اجلاس میں شرکت کی جس میں میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کے مجوزہ قیام کو متفقہ طور پر مسترد کر دیا گیا اور حکومت پر زور دیا گیا کہ اگر اس کا مقصد اداروں کو مزید مؤثر بنانا ہے تو اسے پریس کی آزادی کو یقینی بنانا ہوگا۔

آراء اور اظہار رائے کی زبان بندی

سال کے دوران اختلاف رائے کو دبانے کا سلسلہ جاری رہا۔

مئی میں یہ خبر منظر عام پر آئی کہ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے 17 سیٹلائٹ ٹی وی چینلز کو یہ غلط خبر شائع کرنے پر جرمانے کیے کہ لاہور ہائی کورٹ نے سابق وزیر اعظم نواز شریف، ان کی بیٹی مریم نواز اور پاکستان مسلم لیگ۔ن کے دیگر رہنماؤں کی عدلیہ مخالف تقاریر نشر کرنے پر عارضی پابندی عائد کر رکھی ہے۔ بعد ازاں، مئی میں لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ نے ایک سول درخواست کو نمٹاتے ہوئے پیمرا کو نوٹس جاری کیا۔ اس درخواست میں مبینہ عدلیہ مخالف تقاریر پر سوال اٹھایا گیا تھا۔

پولیس نے اگست میں الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کے دفتر کے باہر مبینہ انتخابی دھاندلی کے خلاف احتجاج کے دوران چیف جسٹس آف پاکستان اور ایک ریاستی ادارے کے نمائندے کے خلاف نعرے لگانے پر چند سیاسی کارکنوں کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیکشن 7 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔

ستمبر میں، چیف جسٹس نے اشارہ دیا کہ آئین کے آرٹیکل 6 (سنگین غداری) کا ان لوگوں پر اطلاق کیا جا سکتا ہے جو ملک میں ڈیموں کی تعمیر کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 'میں آرٹیکل 6 کے دائرہ کار کا جائزہ لے رہا ہوں تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ آیا اس کا اس قومی مقصد کی مخالفت کرنے والوں پر اطلاق کیا جا سکتا ہے یا نہیں'۔

اکتوبر میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج کو انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی ایس آئی) کی جانب سے عدالتی کارروائیوں میں مبینہ مداخلت سے متعلق بیان دینے پر برطرف کر دیا گیا۔

نومبر میں، یہ خبر منظر عام پر آئی کہ عوامی نیشنل پارٹی نے نظم وضبط کی خلاف ورزی پر اپنے دو پرعزم کارکنوں افراسیاب خٹک اور بشریٰ گوہر کی پارٹی رکنیت ختم کر دی، تاہم پارٹی نے ان کے خلاف الزامات کی تفصیلات نہیں

کم از کم دو مقررین کا دعویٰ تھا کہ لاہور ادبی فیسٹیول میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر آخری لمحوں میں اُن کا خطاب منسوخ کر دیا گیا

بتائیں۔ سب جانتے ہیں کہ دونوں رہنما پشتونوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے رہے ہیں اور سوشل میڈیا پر پشتون تحفظ موومنٹ کے ٹویٹس کو لائک اور ری ٹویٹ کر کے اس کی بھرپور حمایت کرتے رہے ہیں۔ وہ جس پارٹی سے وابستہ ہیں وہ پختون سماجی حقوق کی تحریک سے فاصلہ رکھے ہوئے ہے۔

نومبر میں، لاہور میں ہونے والے ایک فیسٹیول میں سٹیج پر موجود خالی کرسیاں چار مقررین کی غیر موجودگی پر سوال اٹھا رہی تھیں۔ یہ الزام عائد کیا گیا کہ ریاستی اداروں نے انہیں اجلاس میں شرکت کرنے سے روک دیا تھا۔ انہیں اظہار رائے کی آزادی اور متوازی سیاست سے متعلق اجلاس میں شرکت کرنا تھی۔

بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کا تعلق ناگزیر طور پر معلومات کے بنیادی حق سے ہے، جو بدلے میں آزادانہ سوچ، رائے اور اظہار کو فروغ دیتا ہے۔ یہ حقیقت کہ پاکستان نے حالیہ عالمی سلسلہ وار جائزے میں اظہار رائے کی آزادی، صحافیوں کو درپیش خطرات، اور قتل ہونے والے میڈیا کے افراد سے متعلق پانچ سفارشات کو 'نوٹ' کیا ہے، ان خدشات میں کمی کی بجائے اضافہ کرتی ہے کہ اختلاف رائے کا گلا گھونٹنے اور آزادانہ رائے اور اظہار پر پابندی کے خاتمے کا تاحال کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔

سفارشات

☆ ہر صوبے میں مکمل اور مؤثر معلوماتی کمیشن قائم کیے جائیں تاکہ معلومات تک رسائی کے حق کے قوانین کے تحت ریاست پر عائد ذمہ داریوں کو پورا کیا جا سکے۔

☆ پاکستان الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 (پیکا) میں سے سیکشن 20 اور 37 حذف کیے جائیں جو ریاست کو سنسر کرنے اور اختلاف رائے رکھنے والوں کے خلاف فوجداری کارروائیاں شروع کرنے کے وسیع اختیارات

دیتے ہیں۔

☆ ملک میں اظہار رائے کی آزادی میں ناجائز، غیر قانونی اور خلاف قانون مداخلت کی ممانعت اور روک تھام کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔

☆ اخبارات کی فروخت اور تقسیم، اور ٹی وی چینلز کی دانستہ بے دخلی اور بندش کو روکا جائے۔

☆ ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے صحافتی امور سے متعلق ہدایات جاری کیے جانے کی سرگرمی کو روکا جائے۔

اجتماع کی آزادی

ہر شخص کو پرامن طور پر بغیر کسی ہتھیار کے' اجتماع کرنے کا حق حاصل ہوگا' بشرطیکہ اس سلسلے میں مفادِ عامہ کے پیشِ نظر کوئی معقول قانونی پابندی عائد نہ کر دی گئی ہو۔

آئین پاکستان
[آرٹیکل-16]

ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ آزادی سے پرامن اجتماع منعقد کرے اور تنظیم بنائے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور
[آرٹیکل 20-(1)]

۔۔۔۔ یہ کہ پُرامن اجتماع (اور انجمن سازی) جمہوریت کے لازمی اجزاء ہیں اور ان کی بدولت شہریوں کو اپنی سیاسی آراء کے اظہار، ادبی، فنکارانہ، ثقافتی، معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں مشغول ہونے، مذہبی عبادات یا دیگر عقائد کی سرگرمیاں انجام دینے، ٹریڈ یونینیں اور کوآپریٹوز بنانے اور اس میں شامل ہونے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے اور اُنہیں جوابدہ ٹھہرانے سمیت ایسے دیگر حقوق سے مستفید ہونے کے انمول مواقع ملتے ہیں۔

کونسل برائے انسانی حقوق کی قرارداد
21/15 کا افتتاحیہ

پُرامن اجتماع، جیسے کہ سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرنا، ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کرنا، حتیٰ کہ جمالیاتی، ثقافتی اور سماجی سرگرمیوں، اور مذہبی رسومات میں شرکت کے حق کی ضمانت پاکستان کے آئین میں دی گئی ہے۔ اگر انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے پاس یہ یقین کرنے کی وجوہات ہوں کہ مزاحمت اور فسادات املاک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں یا انسانی زندگی کے لیے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں تو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 144 کا نفاذ کیا جاتا ہے اور مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے سکیورٹی اہلکاروں کو تعینات کر دیا جاتا ہے۔ لاہور میں مال روڈ پر رکاوٹیں اتنی عام تھیں کہ حکومت سے اس علاقے میں احتجاج پر پابندی کے لیے حکومت سے قانون سازی کا مطالبہ کیا گیا۔

2018 میں پاکستان کے شہریوں نے اپنے مطالبات کی منظوری یا اپنی شکایات کے اظہار کے لیے احتجاج، مظاہرہ کرنے اور دھرنا دینے کے حق کا استعمال جاری رکھا۔ یہ سرگرمیاں زیادہ تر ان علاقوں میں دیکھی گئیں

جہاں احتجاجی مظاہروں کو زیادہ توجہ ملنے کا امکان تھا۔ چھوٹے چھوٹے اجتماعات بھی ٹریفک جام اور عام لوگوں کی روزمرہ زندگی میں رکاوٹ کا باعث بنے۔

یہ احتجاجی مظاہرے متعدد مسائل جیسے کہ ٹارگٹ کلنگ، جبری گمشدگیاں، شہری حالات، مبینہ ایذارسانی، حملوں اور اموات پر پائے جانے والے غم وغصے، واجبات کی عدم ادائیگی، قیمتوں میں اضافے، ناانصافیوں اور مذہبی گرمجوشی کا احاطہ کرتے تھے۔

پیشگی اقدامات

عام انتخابات کے دوران انسانی حقوق کے دفاع کاروں، کارکنوں، صحافیوں اور سول سوسائٹی کے ارکان کے خلاف کریک ڈاؤن کی کئی اطلاعات سامنے آئیں۔ مارچ میں، پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے نوجوان کارکنوں نے اسلام آباد میں ماورائے عدالت ہلاکتوں، جبری گمشدگیوں اور انسانی حقوق کی دیگر پامالیوں کے خلاف دو دن تک دھرنا دیا۔ ایسے احتجاجی مظاہرے سوات اور پشاور میں بھی ہوئے۔ بعدازاں، پرامن مظاہروں میں شرکت کرنے پر 37 کارکنوں کو اڈیالہ جیل میں بند کردیا گیا جس کے بعد ان کی رہائی کے لیے ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔

جب پی ٹی ایم نے ملک کے بڑے شہروں میں ریلیوں کا انعقاد کیا تو میڈیا کی متعدد رپورٹس نے نشاندہی کی کہ ان اجتماعات میں خلل ڈالنے کے لیے دھمکیوں، ہراسانی اور گرفتاریوں کا سہارا لیا گیا۔

22 اپریل کو لاہور کے علاقے موچی گیٹ میں پی ٹی ایم کی ریلی سے ایک دن پہلے پولیس نے چھاپے مار کر پی ٹی ایم، عوامی ورکرز پارٹی اور پشتون طلباء کو ایک مقامی ہوٹل اور پنجاب یونیورسٹی سے گرفتار کرلیا۔ گرفتاریوں کی اطلاعات سوشل میڈیا پر پھیل گئیں جس کے خلاف کوئٹہ اور پشاور میں مظاہرے دیکھنے میں آئے۔

19 اپریل کو، ایچ آر سی پی نے کہا کہ ان قیاس آرائیوں میں اضافہ ہورہا ہے کہ حکام خیبر پختونخوا کی ایک تنظیم کو لاہور میں ایک جلسہ عام کی اجازت دینے پر رضامند نہیں تھے۔ ایچ آر سی پی نے حکومت پنجاب پر زور دیا کہ وہ ایسیا قدامات سے گریز کرے جو لوگوں کے اجتماع کے بنیادی حق میں مداخلت کا سبب بن سکتے ہوں۔ پنجاب کے چیف سیکرٹری کو لکھے گئے ایک خط میں ایچ آر سی پی نے کہا کہ ہمارا ماننا ہے کہ خیبر پختونخوا کے لوگوں کو لاہور میں داخل ہونے اور جلسہ منعقد کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ دوسرے صوبے کے لوگوں کو ہے۔

1973 کے واقعات جن میں سکیورٹی فورسز نے راولپنڈی کے لیاقت باغ میں نیشنل عوامی پارٹی کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک جلسے پر فائرنگ کردی تھی، کی یاددلاتے ہوئے ایچ آر سی پی کے ایک ترجمان نے کہا کہ ’ملک نے لوگوں کے اجتماع کے حق میں مداخلت کی پہلے ہی بہت بھاری قیمت ادا کی ہے۔ تاریخ کو خود کو دہرانے کا موقع نہ دیا جائے۔ لہٰذا، حکومت پنجاب کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ صوبے میں ہونے والی کسی بھی قسم کی

پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے نوجوان کارکنوں نے مارچ میں اسلام آباد میں ماورائے عدالت قتل، جبری گمشدگیوں اور انسانی حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں کے خلاف احتجاج کیا

پرامن سیاسی سرگرمی میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے، اور یہ کہ لوگوں پاکستان کے تمام لوگوں کو اپنی شکایات کے پرامن اظہار کا حق حاصل ہے۔'

حکام کی جانب سے جلسے کی اجازت نہ دیے جانے کے باوجود یہ تقریب طے شدہ منصوبے کے مطابق منعقد ہوئی اور اس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ میڈیا کوریج روک دی گئی۔

جلسے سے پہلے کے ہفتوں کے دوران تیاریوں میں مصروف کارکنوں اور سیاسی کارکنوں کو اغواء کرلیا گیا۔ ان میں سے چند کے خلاف مقدمات بنائے گئے جن میں غداری اور دہشت گردی کے الزامات عائد کیے گئے۔ جلسے کے دن مرکزی شاہراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں اور جو لوگ جلسے کے مقام تک پہنچنے کی کوشش کررہے تھے انہیں دھمکایا اور ہراساں کیا گیا۔ دیگر شہروں سے آنے والے قافلوں کو راستے میں روک دیا گیا اور درجنوں افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

پی ٹی ایم کے قائد کو پرواز کا بورڈنگ کارڈ جاری نہیں کیا گیا۔ انہوں نے ایک نجی ایئر لائن میں کراچی جانے کے لیے سیٹ بک کرائی تھی۔ انہیں لاہور ایئرپورٹ جانے سے روک دیا گیا۔ بالآخر انہیں بذریعہ سڑک سفر کرنا پڑا جس کے باعث وہ ریلی میں تاخیر سے پہنچے۔

جلسے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، مگر میڈیا کوریج ایک مرتبہ پھر روک دی گئی۔

جون میں، بلوچستان کے علاقے ژوب میں دھرنا دیا گیا جو تین دن تک جاری رہا، جس میں پی ٹی ایم کے

کارکنوں کی مسلسل حراست کے خلاف احتجاج کیا گیا۔

28 جون کو، فوج مخالف نعرے لگانے پر پی ٹی ایم کے کئی کارکنوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

وانا میں پی ٹی ایم کے ایک جلسے کے بعد ہونے والے تصادم میں کم از کم 10 افراد زخمی ہوئے جس سے کشیدگی مزید بڑھ گئی۔

اکتوبر میں، 37 کارکنوں کے خلاف انسداد دہشت گردی کا مقدمہ واپس لے لیا گیا۔

جب نواز شریف کی پاکستان مسلم لیگ-ن (پی ایم ایل-ن) پارٹی نے اعلان کیا کہ وہ جولائی کے عام انتخابات سے پہلے نواز شریف کی لاہور واپسی پر ایک ریلی منعقد کرے گی تو ان کے آمد سے پہلے رات کے وقت چھاپے مار کر پارٹی کارکنوں کو حراست میں لے لیا گیا۔

اطلاعات کے مطابق، لاہور بھر میں 10,000 پولیس اہلکار تعینات کیے گئے تھے۔ لاہور کے مرکزی راستوں کو بند کرنے کے لیے کنٹینر کھڑے کردیے گئے اور ٹریفک کا رخ دوسری جانب موڑ دیا گیا۔ ایئرپورٹ جانے والی شاہراہوں کو بند کردیا گیا۔ پولیس کو انتخابی مہمات اور ریلیوں کے دوران قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنے کی ہدایت کی گئی۔ تاہم پرامن رہنے والے سیاسی قائدین اور کارکنوں کو سکیورٹی کی ضمانت دی گئی۔

ان اقدامات سے کچھ دن پہلے، نواز شریف کے داماد جنہیں ایک سال قید کی سزا سنائی گئی تھی، نے راولپنڈی میں ایک ریلی نکالی۔ پی ایم ایل-این کے سینکڑوں کارکنوں نے قومی احتساب بیورو (نیب) اور پولیس کو انہیں گرفتار کرنے سے روک دیا جس کے بعد بالآخر انہوں نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردیا۔

کنٹرول کرنے کا معاملہ

اجتماع کی آزادی کو محدود کرنے کا جواز عام طور پر ان حالات میں قبول کیا جاتا ہے جب عوام کی سلامتی اور امن عامہ کا تحفظ ضروری ہو۔ دیگر اقدامات کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے تاکہ جرائم پر قابو پایا جاسکے اور ٹریفک کو کنٹرول کیا جاسکے۔ 2018 میں، تحرک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کی جانب سے مظاہروں کا وہی سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا جو 2017 میں دیکھنے میں آیا تھا۔

2 اپریل کو، ٹی ایل پی نے لاہور میں مال روڈ پر دھرنا دیا اور دھمکی دی کہ اگر حکومت متنازعہ فیض آباد معاہدے کی شرائط پر عمل درآمد میں ناکام رہی تو ملک بھر میں مظاہرے کیے جائیں گے۔ آنے والے دنوں میں، ٹی ایل پی کے لاٹھیوں سے لیس کارکنوں نے لاہور کے تمام داخلی اور خارجی راستوں کو بند کردیا، گاڑیوں کے ٹائروں میں سے ہوا نکال دی اور انہیں سڑکوں پر پارک کردیا۔ راولپنڈی اور پنجاب کے دیگر شہروں میں بھی دھرنے دیے گئے۔ پنجاب کے کئی بڑے شہروں بشمول سیالکوٹ، ساہیوال، گوجراں والا، قصور، منڈی بہاؤالدین، چونیاں، ملتان، فیصل

ٹی ایل پی نے عدالت عظمیٰ کی طرف سے آسیہ بی بی کی رہائی کے خلاف شدید احتجاج کیا

آباد اور مظفر گڑھ کا جلد ہی ملک کے دیگر علاقوں سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ پولیس نے اسلام آباد میں دھرنا دینے کی کوششوں کو ناکام بنادیا اور درجنوں مقامی رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کرلیا۔

حکومت کے ساتھ 'کامیاب' مذاکرات کے بعد بالآخر دھرنے ختم کردیے گئے۔

اکتوبر کے آخر میں سپریم کورٹ کی جانب سے آسیہ بی بی کی رہائی کے تاریخی فیصلے کے بعد، ٹی ایل پی نے ایک مرتبہ پھر ملک میں کاروبار زندگی کو تین دن تک بند کیے رکھا۔ رکشوں، کاروں اور بسوں کو نذرِ آتش کردیا گیا، ٹریفک جام کی وجہ سے ایمبولینسز پھنسی رہیں، اور حکام نے زیادہ تر اسکول بند کردیئے۔ توہین مذہب مخالف مہم کے کارکنوں کو چیف جسٹس آف پاکستان اور نئے وزیر اعظم کے پوسٹروں کو نقصان پہنچاتے ہوئے اور ان پر جوتے پھینکتے دیکھا گیا۔ ان پر تشدد مظاہروں کے دوران ٹی ایل پی کے ایک رہنما نے فوج کے سربراہ کے خلاف بغاوت کرنے اور ان ججوں کو قتل کرنے کا مطالبہ کیا جنھوں نے آسیہ بی بی کو رہا کیا تھا۔

جب حکومت نے آسیہ بی بی کو رہا نہ کرنے اور اس کا نام ای سی ایل اور فیصلے کی عدالتی نظر ثانی پر اتفاق کیا تو احتجاج ختم کردیا گیا۔ آنے والے ہفتوں میں، ایک بہت بڑا کریک ڈاؤن شروع کیا گیا اور امن عامہ کی بحالی کے آرڈیننس (ایم پی او) کی دفعہ سوئم کے تحت متعدد مظاہرین کو گرفتار کرلیا۔ ٹی ایل پی کے قائد کو 'حفاظتی تحویل' میں لے لیا گیا۔

25 نومبر کو راولپنڈی میں احتجاج کی کال اس وقت واپس لے لی گئی جب حکومت نے پیشگی اقدامات کیے۔ اطلاعات کے مطابق، ان اقدامات میں پولیس کی بھاری نفری کی تعیناتی اور مظاہرین کی حمایت کی حوصلہ شکنی

شامل تھی۔ اسلام آباد سے احتجاج کے مجوزہ مقامات کا سفر کرنے والوں کو روکنے کے لیے بھی اقدامات کیے گئے۔ اس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والی جھڑپوں پر پولیس نے رینجرز کی مدد سے قابو پالیا۔

اطلاعات کے مطابق، وزیر اطلاعات نے کہا کہ حکومت ایک جامع حکمت عملی تشکیل دے رہی تھی تاکہ سڑکوں پر پرتشدد مظاہروں اور حساس معاملات پر نفرت انگیز تقاریر کو روکا جاسکے اور اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ لوگوں کی جان و مال محفوظ رہیں۔

نقصان کا تخمینہ

احتجاجی مظاہرے جو سڑکوں کی بندش اور شہریوں کی نقل و حرکت میں رکاوٹ کا موجب بنتے ہیں، چاہے کتنے ہی پرامن کیوں نہ ہوں، روزمرہ کی زندگی پر لازمی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ٹریفک جام گھر سے کام پر اور اسکول جانے اور واپس آنے میں رکاوٹوں کا سبب بنے اور انہوں نے کاروباری مراکز، ریڑھی بانوں اور یومیہ اجرت پر کام کرنے والے افراد کو متاثر کیا۔

احتجاج اور مظاہرے جن کا مقصد چاہے قانون کی خلاف ورزی ہو یا جو جذبات میں شدت کی وجہ سے تشدد میں تبدیل ہو جائیں، کے زیادہ دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں، جس سے زندگیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں اور اور املاک کو نقصان پہنچتا ہے جس کی تلافی کی عام طور پر شہری امید نہیں کر سکتے۔ 6 نومبر کو، لاہور ہائی کورٹ نے ایک درخواست کو ناقابل سماعت قرار دیتے ہوئے خارج کر دیا جس میں ٹی ایل پی کے احتجاج کے دوران لوگوں کی املاک کو پہنچنے والے نقصان کا معاوضہ دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

پٹیشن میں موقف اختیار کیا گیا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہیں اور یہ کہ انہیں شہریوں کو معاوضہ ادا کرنا چاہیے۔

اسی روز، چیف جسٹس آف پاکستان نے تین روز تک جاری رہنے والے احتجاجی مظاہروں کے دوران ہونے والے نقصانات کا از خود نوٹس لے لیا۔ انہوں نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ تین دن کے اندر نقصانات اور ان فسادات کے متاثرین کو معاوضے کی فراہمی کے لیے کیے گئے اقدامات سے متعلق رپورٹ جمع کرائیں۔

8 نومبر کو، یہ خبر ملی کہ وزیراعظم نے پنجاب حکومت کو ہدایت کی تھی کہ وہ ان لوگوں کے لیے ایک معاوضے کا پیکیج تیار کریں جن کی املاک کو شرپسندوں' کے احتجاج کے دوران نقصان پہنچا تھا۔

دہشت گردی اور اجتماع کی آزادی

ایسے مقامات پر، جہاں لوگ کسی نہ کسی مقصد کے لیے جمع ہوئے تھے، دہشت گردی کے متعدد واقعات پیش آئے۔

☆ اپریل میں، کوئٹہ میں ایک چرچ پر دہشت گردوں نے اس وقت حملہ کیا جب لوگ چرچ سے باہر نکل رہے تھے، جس کے نتیجے میں دو (2) افراد ہلاک اور پانچ (5) زخمی ہوئے۔

☆ جولائی میں، بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں انتخابی ریلیوں کے دوران دو مختلف دہشت گرد حملوں میں 130 سے زائد افراد ہلاک اور 180 زخمی ہوئے۔

☆ بعدازاں، جولائی میں ہی کوئٹہ کے ایک پولنگ اسٹیشن میں ہونے والے بم دھماکے میں 31 افراد ہلاک ہوئے۔

☆ بلوچستان کے علاقے نوشکی میں گرینیڈ کے ایک حملے میں اس وقت 15 افراد زخمی ہوگئے جب وہ یوم آزادی کا جشن منا رہے تھے۔

آزادی کا استعمال اور ناجائز استعمال

پرامن اجتماع کا حق اس وقت خطرے میں پڑ جاتا ہے جب لوگ تشدد پر اتر آتے ہیں اور پولیس کو مداخلت پر اکساتے ہیں۔ جب جذبات عروج پر ہوں، یعنی جب مظاہرین نے اپنا نقطہ نظر دوسروں تک پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہو اور قانون نافذ کرنے والے اہلکار صورتحال سے نمٹنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں یا انہیں اپنی یا عوام کی سلامتی سے متعلق خدشات لاحق ہوں، تو محاذ آرائیوں کا وقوع پذیر ہونا ایک فطری بات ہے۔

جنوری میں، قصور میں علاقہ مکینوں نے ایک سات سالہ بچی کے ریپ اور قتل کے کیس کے حوالے سے پولیس کی ظاہری غفلت کے خلاف احتجاج کیا جس کے نتیجے میں فسادات پھوٹ پڑے۔ لاٹھیوں اور پتھروں سے لیس مشتعل مظاہرین نے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں گھسنے کی کوشش کی جہاں ان کا پولیس سے تصادم ہوا، جس کے نتیجے میں دو (2) افراد ہلاک اور کم از کم دو (2) گولیاں لگنے سے زخمی ہوئے۔

اپریل میں، کراچی میں ایک چھ سالہ بچی کے ریپ اور قتل کے بعد، رشتے داروں اور علاقہ مکینوں نے بچی کی نعش کو اورنگی روڈ پر رکھ کر احتجاج کیا لیکن صورتحال اس وقت تشدد کی شکل اختیار کر گئی جب مظاہرین نے پولیس اور آس پاس موجود گاڑیوں پر پتھراؤ کیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے فائرنگ اور آنسو گیس کا سہارا لیا جس کے نتیجے میں دو افراد زخمی ہوگئے۔ بعدازاں، ان میں سے ایک زخمی انتقال کر گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ واقعے میں دس پولیس اہلکار بھی زخمی ہوئے۔ صورتحال اس وقت قابو میں آگئی جب رینجرز کو تعینات کیا گیا۔

مئی میں، جھنگ میں ایک زیرحراست شخص کی ہلاکت پر پولیس کے خلاف احتجاج کرنے پر 40 افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔

مئی میں ہی، گلگت-بلتستان میں جی بی اصلاحات کے خلاف احتجاج کے دوران پولیس کے ساتھ تصادم میں درجنوں مظاہرین زخمی ہوگئے۔ مظاہرین دھرنے کی غرض سے اسمبلی کی عمارت کی جانب بڑھ رہے تھے اور پولیس نے سڑکوں کو بلاک کردیا تھا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا استعمال کیا جو اطلاعات کے

مئی میں گلگت۔بلتستان میں اصلاحات کے اعلان کے بعد احتجاجی مظاہرے ہوئے

مطابق پولیس پر پتھراؤ کر رہے تھے۔

وکلاء ایک مرتبہ پھر خبروں کی زینت بنے جب انہوں نے احتجاجی مظاہرے کیے جو تصادم کی شکل اختیار کر گئے۔ مئی میں، فیصل آباد میں متعدد وکلاء نے اپنے 30 ساتھیوں کے خلاف دہشت گردی کے مقدمے کے اندراج کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سٹی پولیس افسر کے دفتر پر حملہ کیا۔ انہوں نے مرکزی عمارت پر پتھراؤ کیا، پولیس اہلکاروں اور دفاتر کا دورہ کرنے والوں کو زدوکوب کیا، گاڑیوں کو نقصان پہنچایا اور دھرنا دیا جس کے نتیجے میں ٹریفک کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ مذکور 30 وکلاء نے مبینہ طور پر ایک ایس ایچ او اور اس کے ماتحت اہلکاروں کو اس وقت تشدد کا نشانہ بنایا تھا جب انہوں نے ایک ملزم، جو کہ ایک وکیل کا بھائی تھا، کو عدالت میں پیش کیا۔

اکتوبر میں، لاہور بار ایسوسی ایشن کے اراکین نے چیف جسٹس آف پاکستان کے ایک ازخود نوٹس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سیشن کورٹ کے داخلی دروازوں کو کئی گھنٹوں کے لیے مقفل کر دیا۔ چیف جسٹس نے وکلاء کے ہاتھوں ایک پولیس اہلکار کو تشدد کا نشانہ بنائے جانے کا ازخود نوٹس لیا تھا۔

صوبے کے مزید پانچ شہروں میں لاہور ہائی کورٹ کے بنچوں کے قیام کے لیے وکلاء کا احتجاجی مظاہرہ میڈیا کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ وزیر اطلاعات نے وکلاء کے شرانگیز رویے کے خلاف سخت کارروائی کا وعدہ کیا۔

دسمبر میں، آل پاکستان بار کونسلز کی بین الصوبائی کمیٹی نے پنجاب بار کونسل کے مطالبے کی حمایت میں 17 دسمبر سے ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا۔ 21 دسمبر کو وکلاء نے اپنے کچھ چیمبرز کے خاتمے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ضلعی عدالتوں کو تالا لگا دیا اور ماتحت عدلیہ کے ججوں کو قید کر لیا۔ کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) نے وکلاء کے ان 21 چیمبرز کو مسمار کر دیا تھا جو غیر قانونی طور پر فٹ پاتھ اور ضلعی عدالتوں کے ہنگامی اخراج کے راستے پر تعمیر

کیے گئے تھے۔

اس کے جواب میں، وکلاء نے ضلعی عدالتوں کو نوگو ایریا قرار دے دیا اور 20 عدالتی کمروں پر مشتمل ایک بلاک کو بند کر دیا۔

قانون کا آہنی ہاتھ

ایچ آر سی پی کی 2017 کی سالانہ رپورٹ میں ایک تجویز یہ تھی کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہجوم پر قابو پانے کے حوالے سے خصوصی تربیت دی جائے تاکہ وہ مظاہروں، ریلیوں اور احتجاج سے بہتر طور پر نمٹ سکیں، اور بالخصوص طاقت کے غیر متناسب استعمال سے گریز کیا جائے۔

مارچ 2018 میں، لاہور ہائی کورٹ نے بصارت سے محروم افراد کے خلاف طاقت کے استعمال پر پنجاب حکومت اور پولیس کو ایک نوٹس جاری کیا۔ یہ احتجاج معذوری کا شکار افراد کو ملازمتیں اور تنخواہیں فراہم کرنے میں پنجاب حکومت کی ناکامی کے خلاف کیے گئے متعدد احتجاجی مظاہروں کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

جس پٹیشن پر نوٹس جاری کیا گیا تھا اس کے مطابق، بصارت سے محروم افراد کا ایک گروہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے گھر کی جانب مارچ کر رہا تھا۔ اس دوران پولیس نے مبینہ طور پر انہیں منزل مقصود پر پہنچنے سے روکنے کے لیے ان پر لاٹھی چارج کیا جس کے نتیجے میں متعدد مظاہرین 'شدید زخمی' ہو گئے۔ مقدمے کی سماعت کرنے والے جج نے پوچھا کہ کیا پولیس کے پاس امن وامان برقرار رکھنے کا کوئی ایسا جدید طریقہ نہیں جو لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنانے پر منتج نہ ہو۔

جبری گمشدہ افراد کے اہل خانہ کے احتجاجی مظاہرے کے دوران پولیس اہلکاروں نے خواتین کے ساتھ بدسلوکی کی

اپریل میں، چیف جسٹس نے مقامی اور غیر ملکی صحافیوں، اور مختلف تنظیموں کے اراکین کے خلاف پولیس کی کارروائی کا از خود نوٹس لے لیا۔ مذکور افراد اپنے مطالبات کی فہرست پارلیمان تک پہنچانا چاہتے تھے۔ مظاہرین پریس کی آزادی کے عالمی دن کی یاد میں مارچ کر رہے تھے۔ پولیس کے مطابق، مظاہرین نے پولیس کے حصار کو توڑنے کی کوشش کی جو انہیں پارلیمنٹ کی جانب جانے سے روکنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ چیف جسٹس نے قرار دیا کہ صحافیوں کا احتجاج پرامن تھا، اور یہ کہ خواتین اور پرامن مظاہرین کے خلاف طاقت کا استعمال غیر مناسب تھا۔

مئی میں، کراچی میں جبری طور پر گمشدہ افراد کے خاندانوں کے ایک اجتماع میں، قانون نافذ کرنے والے اداروں نے خواتین مظاہرین کو ناروا سلوک کا نشانہ بنایا۔

سال بھر کے دوران، پولیس اور مظاہرین کے درمیان تصادم کی خبریں منظر عام پر آتی رہیں۔

تفریح کا حق

ویلنٹائن ڈے کی تقریبات پر مسلسل دوسرے سال پابندی عائد رہی۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے گزشتہ سال اسلام آباد ہائی کورٹ کے حکم پر عمل درآمد کرتے ہوئے 7 فروری کو پابندی کا اعلان کیا۔

دسمبر میں اعلان کیا گیا کہ پنجاب حکومت فروری میں، بسنت کے تہوار پر 12 سال سے عائد پابندی ختم کرنے والی تھی۔ حکومت پنجاب کا یہ موقف تھا کہ یہ ایک معاشی سرگرمی ہے جو سیاحت کو فروغ دیتی ہے۔

سفارشات

☆ شہریوں کے تحفظات دور کرنے کے لیے پلیٹ فارمز اور باڈیز تشکیل دی جائیں تا کہ اصلاحات لائی جاسکیں۔ سال کے دوران ہونے والے بہت سے احتجاجی مظاہرے ظاہر کرتے تھے کہ لوگوں کو جن انتہائی کٹھن حالات کا سامنا تھا ان کے حوالے سے ان کی مایوسی جائز تھی اور ان کا یہ خیال درست تھا کہ ان کی شکایات کا ازالہ نہیں کیا جا رہا۔

☆ پرامن اجتماع کی آزادی کو محدود کرنے کے لیے دفعہ 144 کا بلا امتیاز استعمال بند کیا جائے۔

☆ مستقبل کے لیے ایک پالیسی تشکیل دی جائے جس کا مقصد ان موقعوں پر لوگوں کی تکلیف اور بے آرامی میں کمی کی خاطر احتجاجی مظاہروں کو باضابطہ بنانے کی ضرورت ہو۔

☆ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہجوم کے انتظام وانصرام کی خصوصی تربیت دی جائے تا کہ وہ مظاہروں، ریلیوں اور احتجاج سے نمٹ سکیں۔ سب سے بڑھ کر، طاقت کے غیر متناسب استعمال سے گریز کیا جائے۔

☆ ایسے ماحول کو فروغ دینے والے ماحول کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے جائیں جو شہریوں کی سماجی وثقافتی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کی آزادی کو شدید طور پر متاثر کرتے ہیں۔

بنیادی آزادیاں

انجمن سازی کی آزادی

ہر شہری کو تنظیم سازی اور یونین سازی کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ اس سلسلے میں پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، ملک کی سالمیت، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے تحت کوئی معقول پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

آئین پاکستان
[آرٹیکل-17]

ہر شخص کو پرامن اجتماع کرنے اور تنظیم بنانے کی آزادی ہے۔ کسی شخص کو کسی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور
[آرٹیکل](1,2) 20

ہر شخص کو دوسروں کے ساتھ مل کر انجمن سازی کا حق ہوگا۔ اس میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے کا حق بھی شامل ہے۔

آئی سی سی پی آر
[آرٹیکل-]22

مزدور اور آجر بغیر کسی قسم کی تفریق کے، صرف متعلقہ تنظیم کے اصولوں کے تابع، بغیر کسی پیشگی منظوری کے اپنی مرضی سے کسی بھی تنظیم کا حصہ بن سکتے ہیں۔

آئی ایل او کنونشن 87
[آرٹیکل]-2

مزدوروں کو ان کی ملازمت کے حوالے سے یونین مخالف امتیازی سلوک سے مناسب تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

آئی ایل او کنونشن 98
[آرٹیکل-1]

پاکستان میں سال 2018 گھٹن زدہ فضا اور آزادیوں پر پابندیوں کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ ملک میں مسلسل تیسری بار اقتدار کی جمہوری طریقے سے منتقلی جو کہ سیاسی جماعتوں، مزدوروں، طالب علموں اور سول سوسائٹی کی کوششوں کا نتیجہ ہے، عوام کی توقعات پورا کرنے میں بری طرح ناکام رہی۔ سال کا آغاز پنجاب یونیورسٹی میں طالب علموں کے خلاف دہشت گردی کے قوانین کے استعمال سے ہوا اور اخباری اطلاعات کے مطابق یونیورسٹی کے 196 طالب علموں کو انسداد دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔

یہ واقعہ دہشت گردی کے قوانین کے بے جا استعمال کے سلسلے کی کڑی ہے۔ گزشتہ برس ہی، ریلوے

ڈرائیورز ایسوسی ایشن کے رہنماؤں کے خلاف ہڑتال کرنے پر دہشت گردی کے قوانین کے تحت مقدمہ درج کیا گیا اور ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کے مطابق، ان کے خلاف درج ایف آئی آر میں لکھا تھا کہ ان کا احتجاج پاک۔ چین دوستی کو نقصان پہنچانے اور سی پیک کو پٹڑی سے اتارنے کی کوشش تھی۔

2018 میں اس خوفناک رجحان میں اضافہ ہوا اور نقل وحرکت، تقریر اور انجمن سازی کی آزادی سلب کرنے والے قوانین کا استعمال سیاسی جماعتوں، طلباء گروپس، لیبر یونینوں، مقامی و عالمی غیر سرکاری تنظیموں، سماجی تحریکوں اور احتجاجی مظاہروں پر بھی کیا گیا۔

2014 میں پاکستان کو ترجیحات کے عمومی نظام (جی ایس پی پلس) کا درجہ ملا جس کے لیے شرط یہ عائد تھی کہ پاکستان انسانی حقوق اور لیبر پالیسیوں کے 27 بنیادی معاہدات کی پاسداری کرے گا۔

لیبر پالیسیوں کا تعلق انجمن سازی کی آزادی، اجتماعی سودا کاری کے حق کے نفاذ، جبری مشقت اور بچوں کی مشقت کے خاتمے اور روزگار اور پیشے میں امتیاز کے خاتمے سے تھا۔

آزادیوں پر مجموعی کریک ڈاؤن اور سماجی اور سیاسی عدم مساوات پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ محنت کشوں کے حوالے سے زیادہ قانون سازی ہوئی ہے، وہ آبادی کے سب سے زیادہ نظرانداز کیے جانے ولے طبقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے قواعد وقوانین کا نفاذ ایک ادھورا خواب ہی رہا ہے کیونکہ حکومت کی نیو۔لبرل معاشی پالیسیوں کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ اجتماعی سودا کاری اور حقوق کے روایتی پلیٹ فارم، ٹریڈ یونینیں بے اختیار رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ڈینش ٹریڈ کونسل برائے عالمی ترقی وتعاون کے مطابق، ٹریڈ یونین کم ہو کر 2017 میں 5.5 فیصد رہ گئی تھیں (محنت کی منڈی کا جائزہ، 2018، پاکستان)۔

انجمن سازی کی آزادی کے غیر مشروط حق کو گزشتہ برس شدید پابندیوں کا سامنا رہا۔ بعض کیسز میں، یہ حق پسند و ناپسند کی بنیاد پر ان گروہوں کو دیا گیا جو نفرت انگیز تقریر اور تشدد کی ترغیب میں ملوث تھے۔ نتیجے کے طور پر، صورت حال خراب ہوئی اور اس وقت کے حالات جمہوریت اور جمہوری اصولوں کے لیے خطرات کا باعث بنے۔

ٹریڈ یونینیں

مارچ 2018 تک، پاکستان نے عالمی تنظیم برائے محنت (آئی ایل او) کے 36 معاہدات کی توثیق کر دی تھی جن میں معاہدوں کی پاسداری و رپورٹنگ میں بہتری لانے والے آٹھ اہم معاہدات اور سی 144۔ سہ فریقی مشاورتی (محنت کے عالمی معیار) معاہدوں 1976 (نمبر 144) بھی شامل تھا۔ چنانچہ، پاکستان پر لازم ہے کہ وہ آئی ایل او سی____87 انجمن سازی کی آزادی اور منظم کرنے کے حق کے تحفظ کے کنونشن 1948 (نمبر 87) اور سی____98 منظم کرنے اور اجتماعی سودا کاری کے حق کنونشن، 1949 (نمبر 98) کی مطابقت میں اصول وضع کرے۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد محنت کے شعبے پر قانون سازی کا حق صوبوں کو منتقل ہو گیا تھا۔ توقع ہے کہ عالمی معاہدات میں مذکور حقوق کی جھلک صوبائی قانون سازی میں نظر آئے گی۔

کراچی میں گلیکسو سمتھ کلن (جی ایس کے) ورکرز ملازمتوں سے برطرفی اور کنٹریکٹ پر بھرتی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں

آئی ایل او کے اعداد و شمار کے مطابق، ملک میں مزدوروں کی تعداد 61 ملین (چھ کروڑ، 10 لاکھ) ہے اور سرکاری و نجی شعبے کے اداروں میں 7,096 رجسٹرڈ ٹریڈ یونینیں ہیں جن میں سے 1,390 اجتماعی سوداکاری ایجنٹ ہیں۔ ایسے مزدوروں کی کل تعداد 1,160,414 ہے جو رجسٹرڈ ٹریڈ یونینوں کا حصہ ہیں۔

کئی رپورٹس سے پتہ چلتا ہے کہ غیر سی بی اے یونینیں انتخابات ہارنے کے بعد ختم ہو جاتی ہیں اور ان کے اراکین سی بی اے یونینوں کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ٹریڈ یونینوں کی سرگرمیاں صرف انتخابات والے دنوں میں نظر آتی ہیں اور پھر کمزور پڑ جاتی ہیں اور اگلے انتخابات تک غیر فعال رہتی ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جیسے کہ یونین سرگرمیوں پر پابندیوں اور رکاوٹیں مثال کے طور پر یونین سازی میں رکاوٹیں، ایسے مزدوروں کی اقسام (مثال کے طور پر ٹھیکے پر رکھے گئے مزدور) جو یونینوں کا حصہ نہیں بن سکتے، بعض قسم کی ہڑتالوں پر پابندیاں اور بعض شعبوں میں ہڑتال کرنے کی صورت میں پولیس کے تشدد کا استعمال اور ملازمت سے برخاست کی دھمکی۔

اگرچہ محنت کشوں کو حقوق دینے کا عمل انتہائی خراب رہا مگر صوبائی حکومتیں بعض ہڑتالوں اور مظاہروں کو غیر قانونی قرار دینے والے قوانین کے نفاذ میں کافی سرگرم رہیں۔ 9 دسمبر کو، کراچی پولیس نے قاسم بندرگاہ کے گھاٹ کے مزدوروں کو گورنر ہاؤس کے سامنے احتجاج سے روکنے کے لیے لاٹھی چارج کا نشانہ بنایا۔ بعض صوبوں میں قانون یہ کہتا ہے کہ چار یا چار سے زائد لوگوں کے ایسے اجتماعات کے لیے پولیس کی اجازت ضروری ہے جو یونین ہڑتالوں اور مظاہروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، پاکستان کے مزدوروں کی غالب اکثریت ہے جسے یونین بنانے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ مزدور یا تو غیر رسمی شعبے میں کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں ضابطے میں نہیں لیا گیا یا زیادہ تر کیسز میں انہیں مزدور تسلیم نہیں جاتا، یا پھر ٹھیکیداروں کے ذریعے بھرتی کیا جاتا ہے (عدالت عظمیٰ کے فیصلوں کے باوجود] بنام فوجی فرٹیلائزر 2013 اور پاکستان اسٹیٹ آئل 2017] جو کہ تمام مزدوروں کو مستقل

روزگار، اجتماعی سودا کاری اور مناسب کام کا حق فراہم کرتے ہیں، ہمیں قوانین میں ان فیصلوں کی جھلک نظر نہیں آتی اور نہ ہی انہیں نافذ کیا گیا ہے)۔

شعبہ زراعت میں کام کرنے والے لوگوں کی تعداد کل ملازمت پیشہ لوگوں کی تعداد کا 42.27 فیصد ہے مگر اس کے باوجود اس شعبے کو پنجاب اور خیبر پختونخوا میں صنعت کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ زراعت کا کام کرنے والے لوگوں کو یونین بنانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلوچستان صنعتی تعلقات ایکٹ 2010 اور سندھ صنعتی تعلقات ایکٹ 2013 نے زراعت اور ماہی گیری کرنے والے لوگوں کو مزدور کا درجہ دیا ہے جس کے باعث انہیں یونین بنانے کا حق مل گیا ہے۔ سندھ نے ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ 2018 منظور کر کے اپنے گھروں میں رہ کر کام کرنے والے لوگوں کو بھی، جن کی اکثریت عورتیں ہیں، مزدور کا درجہ دیا ہے۔ پنجاب نے اپنی لیبر پالیسی 2018 کا اعلان دسمبر میں کیا تھا جس میں گھریلو ملازمین پالیسی اور ہوم بیسڈ ورکر پالیسی شامل تھے۔ یہ پالیسیاں مثبت اقدام ہیں۔ پنجاب اسمبلی میں ہوم بیسڈ ورکرز بل متعارف ہو چکا ہے مگر وہ قانون نہیں بن سکا تھا، یہاں تک کہ جبری مزدوروں، جائے ملازمت پر تحفظ اور بچوں کی مشقت سے متعلق پہلے سے موجود قوانین کا نفاذ بھی نہیں ہو رہا۔

انسانی جانوں کا ضیاع

نومبر میں، این ٹی یو ایف نے گڈانی شپ بریکنگ یارڈ سانحہ جس میں تیل کے ٹینکر میں آگ لگنے کے نتیجے میں ٹینکر پر کام کرنے والے 29 مزدور مر گئے تھے، کی دوسری برسی پر ایک ریلی نکالی۔ ریلی میں، شپ بریکنگ یارڈ

یونینوں نے کوئلے کی کانوں میں جاری ہلاکتوں کے خلاف 28 ستمبر کو احتجاج کیا، کئی کانیں مؤثر طریقے سے منظم ہیں اور یونین سازی کے حق سے بھی محروم ہیں

ورکرز یونین گڈانی کے ایک رہنما نے دعویٰ کیا کہ شپ یارڈ کے مالکان نے ایک ''زرد'' یونین رجسٹرڈ کروا رکھی تھی جو کہ ایک لیبر ٹھیکیدار نے بنائی تھی جو مزدوروں سے زبردستی عطیہ لیتا تھا اور گذشتہ پچاس برسوں میں اجتماعی سودا کاری ایجنٹ کے انتخاب کے لیے رائے شماری نہیں ہوئی۔ مزدوروں کے ساتھ کوئی تحریری معاہدہ نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی سماجی تحفظ کے نظام کا حصہ ہے۔ انہیں سرکاری طور پر مقرر کردہ کم از کم معاوضے سے کم دیا جاتا ہے اور طویل گھنٹوں تک کام لیا جاتا ہے۔ ان کے کام کی پرخطر نوعیت ان کی سلامتی کے لیے ٹھوس اقدامات کی متقاضی ہے، مگر ایک بار پھر، اس برس جولائی میں چار مزدور شپ بریکنگ یارڈ پر مال بردار جہاز میں پھنس گئے تھے جسے آگ لگ گئی تھی۔

ستمبر میں، عدالت عظمیٰ سے کہا گیا کہ وہ 2010 سے 2018 کے دوران دردناک موت کے 25 واقعات میں 318 کان کنوں کی اموات کی تحقیقات کے لیے حکم نامہ جاری کرے۔ کوئلے کی کانوں میں ٹھیکیداروں اور ذیلی ٹھیکیداروں کے ذریعے بھرتی کی جاتی ہے اور یونین کے اراکین کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔

ملازمت پیشہ عورتیں

آئی ایم ایف کی ایک رپورٹ کے مطابق، عورتیں افرادی قوت کا 28 فیصد ہیں۔ چونکہ محنت منڈی کو باقاعدہ طور پر کسی ضابطے میں نہیں لایا گیا اس لیے منڈی میں تقریباً 80 فیصد عورتوں کی ملازمت کو تحفظ سے حاصل نہیں ہے۔ ملک کی تقریباً تمام ٹریڈ یونینوں میں عورتوں کی شمولیت اور نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ موجودہ یونینوں کو اپنی صفوں میں عورتوں کو جگہ دینی چاہیے اور اپنے کام کے طریقہ کار کو جمہوری بنانا چاہیے۔ اگر حکومتیں گھروں میں رہ کر کام کرنے والے مزدوروں اور گھریلو مزدوروں کو یونین بنانے کا حق دینے کے لیے اپنی کاوشیں تیز کریں تو اس رجحان میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ اس سے انہیں ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹی ٹیوشن، ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن، ورکرز ویلفیئر بورڈ، اور مزدوروں کی بہبود کی دیگر تنظیموں تک رسائی مل جائے گی۔

طلبہ تنظیمیں اور گروپ

30 نومبر کو، ملک بھر کی سرکاری و نجی جامعات کے سینکڑوں طالبعلم طلبہ یک جہتی مارچ میں شامل ہوئے۔ مارچ کا اہتمام پروگریسو اسٹوڈنٹس کولیکٹو، پروگریسو یوتھ الائنس اور پروگریسو اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور دیگر طلبہ گروپس نے کیا تھا۔ انہوں نے اسلام آباد، کوئٹہ، گلگت بلتستان، حیدرآباد، جام شورو، خیرپور، کوٹلی (آزاد کشمیر) اور ملتان میں ریلیاں نکالیں جن میں جامعات میں طلبہ یونینوں کی بحالی اور فیصلہ سازی کی کمیٹیوں میں ان کی نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا۔

جنوری میں پشتون اور بلوچ طلبہ اپنی ثقافت کے قومی دن کے موقع پر ایک تقریب منعقد کر رہے تھے کہ اس دوران اسلامی جمعیت کے طلبہ نے ہنگامہ آرائی کی جس کے باعث تصادم کی صورت حال پیدا ہو گئی۔ پولیس نے 200 کے لگ بھگ طالبعلموں کو گرفتار کر لیا اور ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات درج کیے گئے۔ سینکڑوں

پنجاب یونیورسٹی میں جھڑپوں کے نتیجے میں 200 طالب علم گرفتار ہوئے

طالبعلموں نے اس کے خلاف احتجاج کیا جس کے بعد وہ مقدمات خارج کر دیے گئے۔ مئی میں، منہاج یونیورسٹی لاہور نے 300 سے زائد طالبات کو اپنے ہاسٹل سے نکال دیا اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی ایک یا چند طالبات ایک ویڈیو منظر عام پر لائی تھیں جس میں پاکستان عوامی تحریک (پیٹ) کے سیکرٹری جنرل ان لڑکیوں کے ساتھ جارحانہ انداز میں پیش آرہے تھے جنہوں نے افطار کے لیے باہر جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ یہ ایسے واقعات کی صرف چند ایک مثالیں ہیں جن میں طالبعلم یونیورسٹی انتظامیہ کی زیادتیوں اور اپنے حقوق مانگنے پر مجرموں جیسا سلوک کیے جانے کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔

اگر طلبہ یونینوں پر پابندی اٹھ جاتی ہے تو اس طرح کے مطالبات کے لیے فضا اور زیادہ جمہوری اور باضابطہ ہو جائے گی۔

سول سوسائٹی اور این جی اوز کے خلاف کاروائی

سکیورٹی و ایکسچینج کمیشن پاکستان (ایس ای سی پی) نے 18-2017 کے دوران 3,000 این جی اوز اور غیر منافع بخش تنظیموں (این پی اوز) کی رجسٹریشن منسوخ کی۔ جواز یہ بنایا کہ ان کے اکاؤنٹس کا منی لانڈرنگ میں استعمال ہونے کا خدشہ تھا۔ ایسا فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) کی 40 سفارشات پر عملدرآمد کے لیے کیا گیا۔ ان سفارشات کا مقصد پاکستان میں دہشت گردی کی مالی معاونت اور منی لانڈرنگ پر قابو پانا ہے۔ جون میں، ایف اے ٹی ایف نے پاکستان کو دہشت گردی کو مالیات کی فراہمی کی واچ لسٹ میں شامل کیا۔

گذشتہ برس کے اواخر تک، 30 آئی این جی اوز اور این جی اوز کو اپنی سرگرمیاں ختم کرنے اور ملک چھوڑنے

کا حکم دیا گیا۔ 18 عالمی این جی اوز کو 30 نومبر تک اپنی سرگرمیاں سمیٹنے اور ملک چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔ سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران، 18 این جی اوز کا اندراج کرنے سے انکار کیا گیا۔ اکتوبر میں، امریکہ، کینیڈا، جاپان، اسٹریلیا، ناروے، اور سوزرلینڈ اور یوری یونین کے سفیروں نے وزارت داخلہ اور وزیر اعظم کو آئی این جی اوز کے خلاف کریک ڈاؤن پر اپنی تشویش سے آگاہ کیا مگر احکامات واپس نہیں لیے گئے تھے۔

پاکستان میں این جی اوز میں اضافے کی وجہ یہ ہے کہ ریاست نے اپنے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں کیں جن کے نتیجے میں ریاست کو اپنے عوام کو سماجی خدمات کی فراہمی کا راستہ ترک کرنا پڑا۔ سماجی خدمات کی قلت نے پاکستان میں غیر منافع بخش شعبے اور این جی اوز کے نمایاں اضافے کی راہ ہموار کی۔ تقریباً تین عشروں تک بغیر روک ٹوک کے کام کرنے کے بعد، جو جگہ ان تنظیموں کو ملی ہے وہ ملک بھر کے کڑوروں لوگوں کے بہبود اور ذرائع روزگار کے لیے بنیادی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

اس کریک ڈاؤن کے لیے جو وجوہات بتائی جا رہی ہیں ان کا دائرہ 'غیر ملکی ہاتھوں' کے بارے میں سازشی داستانوں اور پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے 'غیر ملکی فنڈنگ' سے لے کر دہشت گردی کی مالی مدد تک پھیلا ہوا ہے۔ نیز اسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے میں ناکامی پر الزام ایک این جی او پر لگا دیا گیا جس نے ویکسی نیشن مہم کے لیے سرمایہ لگایا جس کی بدولت امریکہ کے لیے اسامہ کو پہچاننا آسان ہوا۔ ان میں سے کوئی بھی وجہ معقول نہیں ہے۔ انہیں ملک میں ترقی پسند لوگوں کی مہمات اور تنظیموں پر مجموعی کریک ڈاؤن کی نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

سماجی تحریکیں اور سیاسی وابستگیاں

اس برس مئی میں، منگھوپیر، کراچی کی پولیس نے پشتون تحفظ موومٹ کے 500 کارکنوں کے خلاف مقدمات درج کیے۔ ان کے خلاف دفعہ 124-الف (بغاوت)، 125 (پاکستان کے کسی اتحادی کے خلاف جنگ چھیڑنا)، 500 (ہتک عزت کی سزا)۔ 505 (بدامنی پھیلانے والے بیانات)، 149 (اجتماعی نیت سے سرزد ہونے والے جرم کے لیے غیر قانونی اجتماع کا ہر فرد ذمہ دار ہوگا) 148 (فساد، مہلک ہتھیاروں سے لیس اور 7 اے ٹی اے (انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997) استعمال کیا گیا۔

یہ مقدمہ دہشت گردی اور بغاوت کے درجنوں مقدمات کا حصہ تھا جو پی ٹی ایم کی بنوں، سوات، لاہور، پشاور اور دیگر مقامات پر ہونے والی ریلیوں سے پہلے پورا سال پی ٹی ایم کے حامیوں کے خلاف درج ہوتے رہے ہیں۔ یہ تحریک کپڑوں کے دکان کے مالک اور ماڈل بننے کے خواہشمند نقیب اللہ محسود کے ماورائے عدالت قتل کے ردعمل میں پیدا ہوئی۔ نقیب اللہ محسود کو 13 جنوری 2018 کو مارا گیا تھا۔ پی ٹی ایم کی ریلیوں پر ریاست نے ظالمانہ ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ انٹیلی جنس ایجنسیوں نے ملک بھر سے پی ٹی ایم کے حامی درجنوں طلبہ کو اٹھایا، قبائلی برادریوں کو انتباہ کیا گیا کہ اگر انہوں نے پی ٹی ایم کی ریلیوں میں شرکت کی تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے اور پولیس نے سینکڑوں حامیوں کو حراست میں لے لیا۔ تحریک کے رہنماؤں اور معروف حمایتیوں کے نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں

ڈال دیے گئے حالانکہ ان میں سے دو پارلیمان کے منتخب رکن تھے۔

مگر کریک ڈاؤن سماجی تحریکوں تک محدود نہیں تھا۔ پاکستان مسلم لیگ نواز (پی ایم ایل-این) کے رہنماؤں کو دہشت گردی کے مقدمات میں ملوث کیا گیا جب انہوں نے لاہور میں سابق وزیر اعظم نواز شریف کے حق میں ریلی نکالی تھی جب نواز شریف گرفتاری دینے کے لیے ملک واپس لوٹ رہے تھے۔

ریاست نے احتساب کے لیے جو عجیب منطق اپنائی تھی اب اس کا اطلاق پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کے رہنماؤں سابقہ صدر آصف علی زرداری اور پی پی کے چیئر پرسن بلاول بھٹو زرداری کے نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں ڈال دیے گئے۔

آسیہ بی بی کی رہائی کے بعد ہونے والے پُرتشدد مظاہروں کے بعد، ریاست نے تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) پر بھی کریک ڈاؤن کیا۔ مختلف صحافیوں کی اطلاعات کے مطابق، ٹی ایل پی کے اہم حمایتیوں کو تحریر حلف نامے دینے پڑے کہ ان کا تنظیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اطلاعات کے مطابق، ایسا انہوں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے کیا تھا۔

ان میں سے کوئی بھی اقدام کرنے کی ضرورت نہیں پڑنی تھی اگر امن و امان کا اس طرح بندوبست کیا جاتا جیسا کہ ایک جمہوری ملک میں ہوتا ہے۔ ٹی ایل پی کے اس سے پہلے کے احتجاجی مظاہروں میں ریاست نے مظاہرین میں چیک تقسیم کیے۔ پسند و ناپسند کی بنیاد پر لیے گئے یہ انتہائی اقدامات ملک میں جمہوری عمل کے مکمل انحطاط کی عکاسی کرتے ہیں اور تحریکوں، یونینوں، یا سیاسی تنظیموں کے لیے نیک شگون نہیں ہوتے۔

سفارشات

- ☆ طلبہ یونینیں بحال کی جائیں۔
- ☆ گھروں میں رہ کر کام کرنے والے مزدوروں اور گھریلو مزدوروں سے متعلق قوانین پر تیزی سے کام کیا جائے۔
- ☆ ٹریڈ یونینیں مضبوط کی جائیں اور ہڑتال کرنے والے مزدوروں کے خلاف پولیس کا استعمال نہ کیا جائے۔
- ☆ سول سوسائٹی اور این جی اوز کے لیے فضا کھلی کی جائے اور ہزاروں ورکرز کی ملازمتیں بحال کی جائیں۔
- ☆ یونینوں اور تحریکوں کو بغیر کسی سیاسی یا ریاستی مداخلت کے کام کرنے دیا جائے۔